

چھے لوگوں کی شوریٰ (اہل سنت کے مآخذ سے منطقی تحلیل و تجزیہ

<"xml encoding="UTF-8?">

اشارہ

تاریخ اسلام میں اٹھنے والے سوالوں میں سے ایک سوال چھے آدمیوں کی شوریٰ ہے ، جس کو خلیفہ دوم نے اپنے بعد خلیفہ منتخب کرنے کیلئے تشکیل دی ۔

یہ واقعہ اس خاص شکل میں نہ پہلے کبھی رو نما ہوا اور نہ اس کے بعد کسی نے اس پر عمل کیا ، اس حوالہ سے یہ واقعہ انفرادی حیثیت رکھتا ہے ۔

سوال یہ ہے کہ خلیفہ دوم نے کس معیار اور کس دلیل کی بنیاد پر اس طرح کا قدم اٹھایا؟

انہوں نے رسول خدا (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کی سنت پر عمل نہیں کیا کیونکہ شیعہ امامیہ کے عقیدہ کی بناء پر پیغمبر اکرم (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) نے اپنے بعد حضرت علی (علیہ السلام) کو امت اسلامی کی امامت کے لئے منصوب کیا تھا ۔ اور اہل سنت کی رائے کے مطابق آپ نے امر خلافت کو (کسی خاص فرد کو) منتخب کئے بغیر لوگوں کے سپرد کر دیا تھا ۔

اس کے علاوہ خلیفہ دوم نے پہلے خلیفہ کے طریقہ پر بھی عمل نہیں کیا اس لئے کہ انہوں نے عمر کو اپنی جانب سے لوگوں کا خلیفہ معین کر دیا تھا، لیکن خلیفہ دوم نے ایک نیا طریقہ اپنایا جو کسی دوسرے نے اختیار نہیں کیا تھا ۔ انہوں نے حکم دیا کہ ان چھے آدمیوں کو ایک گھر میں جمع کر دیا جائے اور ایک مسلح لشکر ان پر مسلط کیا جائے تاکہ یہ لوگ تین دن کے اندر اپنے درمیان سے کسی کو خلیفہ کے عنوان سے منتخب کر لیں ، ورنہ ان سب کو قتل کر دیا جائے!!

یہ طریقہ کار نہایت ہی حیرت انگیز ہے، اس کے متعلق بہت سے سوال پیدا ہوتے ہیں، اور ایک تحقیق کرنے والا ذہن اس کے جواب کا متلاشی رہتا ہے ۔

تاریخ کے اس اہم واقعہ کے اطراف و جوانب کی تحقیق کے لئے ہم اہل سنت کی مقبول کتابوں سے استناد کرتے ہوئے اس کے چند زاویوں پر بحث کریں گے:

۱۔ خلیفہ دوم کا حکم ۔

۲۔ حضرت عمر کی موت اور شوریٰ کی تشکیل ۔

۳۔ اس کا رد عمل ۔

۴۔ تحلیل اور تحقیق ۔

پہلی بحث:

خلیفہ دوم کا فرمان جب خلیفہ دوم زخمی ہو گئے اور بستر مرگ پر پہنچ گئے ، تو ان سے کہا گیا : اے امیرالمومنین! کاش آپ اپنے بعد کسی کو خلافت کے لئے انتخاب کرتے ! تو انہوں نے جواب دیا : کس کو خلیفہ معین کروں؟ ہاں؛ اگر ابو عبیدہ جراح زندہ ہوتا اس کی تائید کر دیتا ، اگر خدا اس کا سبب معلوم کرتا تو کہہ دیتا

: کہ میں نے پیغمبر اکرم (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) سے ابوعبیدہ کے بارے میں سنا تھا کہ آپ نے فرمایا: ”وہ اس امت کے امین ہیں“، اور اگر حذیفہ کا آزاد کردہ غلام سالم زندہ ہوتا تو اس کو خلیفہ بنا دیتا ، اور اگر اللہ اس کا سبب پوچھتا تو کہہ دیتا کہ میں نے تیرے پیغمبر سے سنا تھا کہ آپ نے فرمایا : ”سالم خدا سے بہت زیادہ محبت کرتا ہے“ (۱)۔

کسی نے کہا کہ اپنے بیٹے عبد اللہ بن عمر کو منتخب کر دو ، تو عمر نے جواب میں کہا : خدا تجھے موت دے ، تو نے اس مشورے میں خدا کو مد نظر نہیں رکھا ؛ کس طرح میں اس شخص کو خلیفہ بنا دوں جو اپنی بیوی کو طلاق نہیں دے سکتا (بے ارادہ اور کمزور انسان ہے)۔

پھر انہوں نے کہا کہ میباس بارے میں غور کروں گا ، اگر میں خود کسی کو خلیفہ مقرر کردوں تو کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ جو مجھ سے بہتر تھا (ابوبکر کی طرف اشارہ ہے) اس نے بھی یہی کیا تھا۔ اور اگر میں لوگوں کے لئے کسی کو خلیفہ نہ بھی بناؤں (اور انہیں آزاد چھوڑ دوں) تو بھی کوئی بات نہیں ہے کیونکہ جو مجھ سے بہتر تھا (پیغمبر اکرم (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کی طرف اشارہ ہے) اس نے بھی یہی عمل انجام دیا تھا؛ بہر حال خدا اپنے دین کو تباہ نہیں ہونے دیگا۔

کچھ دن کے بعد پھر عمر کے پاس آئے ، اور خلافت کے لئے کسی شخص کی تائید کا مطالبہ کیا ، تو انہوں نے کہا : ”قد كنت اجمعت بعد مقاتلي لكم ان انظر فاولى رجلا امركم هو احراكم ان يحملكم على الحق(و اشار الى الحق)“۔ تم لوگوں سے بات کرنے کے بعد میں نے ارادہ کیا کہ میں تمہارے امور کی زمام ایسے شخص کے حوالے کروں جو تم کو بہترین طریقہ سے حق کی طرف لے جاسکے، اور اس وقت علی (علیہ السلام) کی طرف اشارہ کیا) اس کے بعد کہا : لیکن میں خلافت کو تمہارے اوپر زبردستی تھوپنا نہیں چاہتا (کسی خاص شخص کی تائید نہیں کرتا)۔ لیکن میں تمہیں ایک گروہ کی طرف راہنمائی کرتا ہوں یہ افراد وہ ہیں جن کے بارے میں رسول خدا (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) نے فرمایا: ”یہ لوگ اہل بہشت ہیں“۔ میں ان لوگوں میں سے تمہارے لئے چھ افراد کا انتخاب کرتا ہوں اور وہ یہ ہیں ”علی ، عثمان ، عبد الرحمن بن عوف، سعد بن ابی وقاص ، زبیر بن عوام اور طلحہ بن عبید اللہ“ ان افراد میں سے کسی ایک کا انتخاب کرنا ، جب یہ لوگ اپنے درمیان سے کسی کو والی منتخب کر لیں ، تو تم لوگ اس کا تعاون اور مدد کرنا۔

پیغمبر اکرم (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کے چچا جناب عباس نے علی (علیہ السلام) سے کہا: ”اے علی تم ان کے ساتھ اس شوری میں شامل مت ہونا“ تو علی (علیہ السلام) نے جواب میں فرمایا: ”میں اختلاف اور تفرقہ کو پسند نہیں کرتا“ جناب عباس نے فرمایا: اگر آپ نے اس شوری میں شرکت فرمائی تو دل آزار چیز کا سامنا کرنا پڑے گا۔“

صبح کو عمر نے علی ، عثمان ، عبد الرحمن بن عوف، اور زبیر کو بلوایا (اس وقت طلحہ مدینہ میں نہیں تھا) اور ان سے کہا: میں نے غور فکر کیا اور تم لوگوں کو قوم کا بزرگ پایا ہے؛ اس لئے امر خلافت تم لوگوں کے درمیان ہی رہنا چاہیے ، جب رسول خدا (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) دنیا سے گئے تو وہ آپ لوگوں سے راضی تھے۔ اگر تم لوگ متحد رہے تو مجھے تمہارے لئے لوگوں سے کوئی خوف نہیں ہے، لیکن اگر تم نے اختلاف کیا تو مجھے تمہارے متعلق خوف رہے گا، اس لئے کہ اس کی وجہ سے لوگوں میں اختلاف ہو جائے گا۔ اس کے بعد عمر نے ان کو حکم دیا کہ جاؤ اور مشورہ کرو۔

لہذا یہ لوگ چلے گئے اور شوری میں بیٹھ گئے، آہستہ آہستہ ان کی آوازیں بلند ہونے لگی ، اس وقت عمر نے کہا: اب تم اس کو چھوڑ دو اور جب میں دنیا سے چلا جاؤں تو تمہارے پاس مشورہ کرنے کے لئے تین دن ہونگے ، ان

تین دنوں صہیب لوگوں کو نماز پڑھائے گا، اور چوتھا دن ہونے سے پہلے تم اپنے امیر کا انتخاب کر لینا۔ اس مدت میں عبد اللہ بن عمر بھی مشورے میں تمہارے ساتھ رہے گا، لیکن اس کو امر خلافت میں دخل اندازی کا کوئی حق نہیں ہوگا، لیکن طلحہ تمہارا شریک رہے گا اگر طلحہ ان تین دنوں میں آجائے تو اس کو بھی داخل ہونے کی اجازت دینا۔ اگر طلحہ نہ آئے تو پھر تم ہی اس کا فیصلہ کر لینا۔ اس کے بعد کہا : میں گمان کرتا ہوں کہ خلافت کی ذمہ داری علی (علیہ السلام) اور عثمان دونوں میں سے کسی ایک کو ملے گی، اگر زمام خلافت عثمان کے ہاتھ میں آئی تو عثمان نرم مزاج آدمی ہے (لہذا عثمان خلافت کے لئے مناسب نہیں ہے) اور اگر خلافت علی کو ملی تو علی شوخ مزاج (ہنسی مذاق کرنے والے ہیں) ہے۔ لیکن خلافت کے لئے مناسب ترین وہ آدمی ہے جو لوگوں کو حق کے راستے پر گامزن رکھ سکے۔ اگر یہ لوگ سعد کو چن لیں تو وہ خلافت کے لئے زیادہ مناسب ہے، لیکن اگر سعد کا انتخاب نہ ہوا تو پھر منتخب ہونے والا سعد کی مدد ضرور حاصل کرے، اور عبد الرحمن بن عوف بھی سمجھدار، ہوشیار اور اچھی فکر کا حامل ہے، ا لہ اس کا نگہبان ہے! تم اس کی باتوں کو سننا (۲)۔

چند دیگر نکات:

۱۔ دینوری کی روایت کے مطابق حضرت عمر نے یہ بھی کہا : ” اگر ابو عبیدہ جراح یا سالم زندہ ہوتے تو میں ان کو خلیفہ بنا دیتا۔“ خالد بن ولید کو یاد کرتے ہوئے کہا کہ ” اگر خالد بن ولید زندہ ہوتا تو میں اس کو مسلمانوں کے لئے والی قرار دیتا“ اس لئے کہ رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اس کو اللہ کی شمشیریوں میں ایک شمشیر شمار کیا تھا۔

۲۔ عبد اللہ بن عمر نے نقل کیا ہے کہ عمر نے اصحاب شوریٰ سے کہا : اگر وہ علی (علیہ السلام) کو خلیفہ بنا دیں تو وہ لوگوں کو اللہ کے راستے پر لے جائیں گے ، چاہے ان کی گردن پر تلوار ہی کیوں نہ رکھ دی جائے۔ عبد اللہ نے کہا: تم جب اس بات کو جانتے ہو تو پھر علی کو خلیفہ کیوں نہیں بناتے ؟ عمر نے جواب میں کہا : اگر میں علی کو خلیفہ بنا دوں تو اس کی پیروی کروں گا جو مجھ سے بہتر تھا (ابو بکر کی طرف اشارہ ہے) اور اگر کسی کی تائید نہ کروں تو بھی کوئی بات نہیں ہے کیوں کہ ان کی پیروی کرونگا جو مجھ سے بہتر تھے (پیغمبر اکرم (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کی طرف اشارہ ہے) اس لئے کہ انہوں نے بھی کسی کی تائید نہیں کی تھی (۴)۔

۳۔ ابن ابی الحدید نے نقل کیا ہے کہ طلحہ بھی اس وقت مدینہ میں حاضر تھا، عمر نے ان چھ لوگوں کو بلایا اور کہا: ” میں تم لوگوں میں ایک شوریٰ بنانا ہوں تاکہ تم اپنے درمیان سے کسی ایک کو خلافت کے لئے انتخاب کرو۔“

اس کے بعد ان سے کہا: ”میں جانتا ہوں کہ تم میسے ہر ایک خواہش مند ہے کہ میرے بعد خلیفہ ہو جائے“ سب خاموش رہے، عمر نے اس جملہ کو دوبارہ دہرایا ، اس وقت زبیر نے جواب دیا : ہم تجھ سے کم نہیں ہیں نہ دین کے حوالے سے کم ہیں اور نہ رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے قربت کے حوالے سے (۵)۔ پھر عمر نے ان میں سے ہر ایک کے عیب بیان کرنے شروع کئے : زبیر کے بارے میں کہا ” تو ایک دن انسان اور دوسرے دن شیطان بنتا ہے۔“

طلحہ سے کہا : جب پیغمبر (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) دنیا سے گئے تو تجھ سے ناراض تھے ، تیرے اس جملہ کی وجہ سے جو تونے آیت حجاب کے نازل ہونے کے بعد کہا تھا۔ (۶)

سعد ابن ابی وقاص سے کہا: ” تو جنگجو آدمی ہے (خلافت تیرے لئے مناسب نہیں ہے)، قبیلہ بنی زہرہ (سعد کے قبیلہ کی طرف اشارہ ہے) کجا اور خلافت کجا؟“

عبد الرحمن بن عوف سے اس طرح کہا : اگر مسلمانوں کے آدھے ایمان کو تیرے ایمان سے تولا جائے تو تجھے ان پر برتری مل سکتی ہے لیکن خلافت کمزور آدمی کو کبھی نہیں ملتی ۔“

اس کے بعد علی (علیہ السلام) کی طرف رخ کیا اور کہا: ” تمہاری کمی یہ ہے کہ تمہارے مزاج میں شوخی پائی جاتی ہے، اگر تم لوگوں کے والی بن گئے تو ان کو راہ حق ، واضح اور روشن شاہراہ کی ہدایت کرو گے ۔“

آخر میں عثمان سے کہا : گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ قریش نے خلافت تیرے ہاتھ میں دے دی ہے اور تو بنی امیہ کو لوگوں کے سروں پر سوار کر رہا ہے اور بیت المال ان کے حوالے کر رہا ہے (اور مسلمانوں کی شورش کی وجہ سے) عرب کے بعض بھیڑیے تجھے بستر میں قتل کر رہے ہیں ۔(۷)

یقیناً حیرت کی بات ہے کہ عثمان اس عظیم مشکل کے باوجود جس کی طرف عمر نے بھی اشارہ کیا ، خلیفہ بنا دیئے جاتے ہیں، اور علی کو ایک معمولی بہانے (شوخی مزاج) سے الگ کر دیا جاتا ہے ، (جبکہ دونوں میں زمین آسمان کا فرق ہے) ۔

۴۔ عبد اللہ ابن عمر کا بیان ہے : عثمان ، علی (علیہ السلام)، زبیر ، عبد الرحمن بن عوف اور سعد ، عمر کے پاس آئے ، انہوں نے ان لوگوں کو دیکھا اور کہا: میں نے لوگوں میں خلافت کے لئے تمہاری طرف رخ کیا ہے ، تاکہ وہ اختلاف کا شکار نہ ہوں ۔ مگر یہ کہ تم خود ان کو اختلاف سے دوچار کرو ۔

اس کے بعد مزید کہا : تم تینوں (عثمان، عبد الرحمن اور علی) اپنے آپ میں کسی ایک کو منتخب کرلو، اور اس وقت عثمان سے کہا ” اگر تو خلیفہ ہو گیا تو اپنے رشتہ داروں کو لوگوں پر سوار مت کرنا“ ۔ اس کے بعد عبد الرحمن کی طرف رخ کیا اور کہا کہ ” اگر تو خلیفہ بن گیا تو اپنے رشتہ داروں کو لوگوں پر مسلط نہ کرنا،“ اور آخر میں علی (علیہ السلام) کی طرف متوجہ ہو کر کہا : ” اگر تم خلافت تک پہنچ جاؤ تو بنی ہاشم کو لوگوں پر مسلط نہ کرنا“ (۸) ۔

۵۔ دینوری نے نقل کیا ہے، حضرت عمر نے عبد الرحمن کی منقصد میں اس طرح کہا : ” تو اس امت کا فرعون ہے۔“ طلحہ کے بارے میں کہا: ” طلحہ متکبر اور مغرور قسم کا آدمی ہے، اگر یہ خلافت تک پہنچ گیا تو خلافت کی انگوٹھی اپنی بیوی کو پہنا دیگا۔“ (اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ وہ اپنی بیوی کا تابع ہے) (۹) ۔

خلیفہ کے انتخاب کا طریقہ

عمر نے اعضاء شوری کے انتخاب کے بعد ابو طلحہ انصاری سے کہا : ” پچاس مسلح افراد کا انتخاب کر و اس کے بعد شوری کے افراد کو کمرے میں داخل کردو ، تاکہ وہ اپنے درمیان کسی ایک کو خلیفہ چن لیں۔“ اس کے بعد کہا : تم ان کے سروں پر کھڑے رہنا اگر ان پانچوں نے اپنے آپ میں کسی ایک کو منتخب کر لیا اور کوئی ایک اس کی مخالفت کرے تو اس کے سر کو جسم سے جدا کر دینا ، اور اگر چار آدمی کسی کا انتخاب کریں اور دو مخالفت کریں تو دونوں کی گردن مار دینا، اور اگر تین آدمی ایک طرف اور تین دوسری طرف ہو جائیں تو عبداللہ ابن عمر کو حکم قرار دینا ، جس گروہ کا وہ انتخاب کرے دوسرا اس کو قبول کرلے، اگر اس کو قبول نہ کریں تو تم اس گروہ کی طرف ہو جانا جس میں عبد الرحمن بن عوف شریک ہو ، اگر باقی تین لوگ مخالفت کریں تو ان کو قتل کر دینا (۱۰) ۔

بلاذری نے اس طرح نقل کیا ہے : عمر نے ابو طلحہ انصاری سے کہا: ان لوگوں کے پاس تین دن سے زیادہ خلیفہ بنانے کا وقت نہیں ہے، ان تین دنوں تک صہیب لوگوں کو نماز پڑھائے، اگر ان تین دنوں میں طلحہ آجائے تو اس کو ان کے ساتھ کر دینا ورنہ یہ پانچ افراد ہی خلیفہ معین کرینگے (۱۱)۔

علی (علیہ السلام) کی پیشین گوئی ، عمر کی موت اور تشکیل شوریٰ

بلاذری نے نقل کیا ہے کہ عمر کے دنیا سے گزر جانے کے بعد علی (علیہ السلام) نے اپنے چچا عباس سے عمر کے بیان کے بارے میں کہا : اگر شوری کے افراد برابر سے دو گروہ میں تقسیم بھی ہو جاتے ہیں تو بھی عبد الرحمن انہیں کے ساتھ ہے ” (آپ نے ناراضگی کا اظہار کیا اور فرمایا): واللہ لقد ذهب الامر منا ، خدا کی قسم ! امر (خلافت) ہمارے ہاتھوں سے چلا گیا ۔ عباس نے کہا : آپ یہ کس لئے فرما رہے ہیں ؟ آپ نے فرمایا : ” سعد بن ابی وقاص اپنے چچا زاد بھائی (۱۲) عبد الرحمن کی کبھی مخالفت نہیں کریگا ، اور عبد الرحمن عثمان کا داماد ہے آپس میں اختلاف نہیں کرینگے۔ (۱۳)، اگر طلحہ اور زبیر میرے ساتھ بھی رہیں تو بھی ہمیں کوئی فائدہ نہیں ہوگا (چونکہ عبد الرحمن کا وجود ان کے ساتھ ہوگا) (۱۴)۔

دوم :

عمر کی موت اور شورا کی تشکیل عمر کی موت کے بعد جب اس کو سپرد خاک کر دیا ، اراکین شوری ایک گھر میں جمع ہو گئے ، ابو طلحہ انصاری ان کی دیکھ بھال کر رہا تھا، طلحہ اس وقت مدینہ میں نہیں تھا ۔ عبد الرحمن بن عوف نے اعضاء شورا سے کہا : تم میں سے کون اپنے آپ کو الگ کرنے پر تیار ہے، تاکہ جو تم میں سے برتر ہے اس کو منصب ولایت مل جائے ؟ کسی نے اس کا جواب نہیں دیا ، اس نے خود کہا : میں اپنے آپ کو الگ کرتا ہوں ۔ پھر کچھ باتوں کے بعد زبیر سے کہا کہ کسی کو ووٹ دو ، اس نے کہا کہ میں علی (علیہ السلام) کو ووٹ دیتے ہوئے اپنے آپ کو الگ کرتا ہوں، اس وقت عبد الرحمن نے سعد بن ابی وقاص سے کہا کہ اپنا ووٹ مجھے دیدے ، کچھ گفتگو کے بعد اس کو اس بات پر راضی کر لیا ۔ اب عبد الرحمن کے پاس دو ووٹ ہو گئے (ایک اپنا ووٹ اور دوسرا سعد کا ووٹ) اس کے بعد عبد الرحمن نے عثمان اور علی (علیہ السلام) کے ساتھ بات کی تاکہ ان دونوں میں سے کسی ایک کو منصرف ہو نے پر راضی کرے ، بہت دیر تک علی (علیہ السلام) کے ساتھ گفتگو کرتا رہا، اس کے بعد عثمان کے ساتھ کافی دیر مشورہ کرتا رہا ۔

صبح کو (نماز صبح کے بعد) عبد الرحمن نے مہاجرین ، اسلام میں سبقت کرنے والے افراد ، انصار کے بزرگوں اور لشکر کے سرداروں کو بلوایا، مسجد لوگوں سے لبریز ہو گئی ، عبد الرحمن نے حاضرین سے کہا: مختلف شہروں سے آئے ہوئے لوگ چاہتے ہیں کہ اپنے وطن واپس چلے جائیں، لیکن واپس جانے سے پہلے وہ جاننا چاہتے ہیں کہ ان کا امیر کون ہے ۔

سعید بن زید (۱۵) نے کہا : ہم تم کو خلافت کے لئے بہتر سمجھتے ہیں، عبد الرحمن نے کہا اس کے علاوہ کوئی اور کچھ کہے، عمار نے کہا : ”ان اردت الا یختلف المسلمون فبايع علیا“؛ اگر چاہتے ہو کہ مسلمانوں میں اختلاف پیدا نہ ہو تو علی کی بیعت کر لو ۔

مقداد ابن اسود کھڑے ہوئے اور کہا: ” صدق عمار ان بايعت علیا قلنا سمعنا و اطعنا“؛ عمار نے سچ کہا ہے ، اگر تم

علی کی بیعت کر لو تو ہم سمعا و طاعتا قبول کر لیں گے ۔

ابن ابی سرح (۱۶) نے کہا: ان اردت الا تختلف قریش فبايع عثمان ؛ اگر چاہتے ہو کہ قریش اختلاف نہ کریں تو عثمان کی بیعت کرو ۔

عبد اللہ بن ابی ربیعہ (۱۷) نے کہا : صدق ان بايعت عثمان قلنا سمعنا و اطعنا؛ اس نے صحیح کہا اگر تم عثمان کی بیعت کرتے ہو تو ہم سمعا و طاعتا قبول کر لیں گے ۔

عمار یاسر نے ابن ابی سرح سے کہا : متی کنت تنصح المسلمین ؛ تو کب سے مسلمانوں کا خیر خواہ ہو گیا؟ بنی ہاشم اور بنی امیہ کے درمیان کچھ گفتگو ہوئی اور عمار یاسر نے علی (علیہ السلام) کی طرف داری میں باتیں کہیں ؛ اور کچھ قریش نے جناب عمار پر حملہ کیا، یہاں تک کہ سعد بن ابی وقاص نے عبد الرحمن سے کہا ” اس سے قبل کہ لوگ فتنہ و آشوب میں گرفتار ہو جائیں کام کو تمام کردے ۔

عبد الرحمن نے پہلے علی (علیہ السلام) کو بلایا اور کہا: ” علیک عہد اللہ و میثاقہ لتعملن بکتاب اللہ و سنۃ رسولہ و سیرۃ الخلیفتین من بعدہ“ تمہیں عہد الہی کو پورا کرنا ہوگا (جو میں تم سے عہد و پیمان لے رہا ہوں) کتاب خدا، سنت رسول اور دونوں خلفاء کی سیرت پر عمل کرنا ہوگا ۔

امیر المومنین (علیہ السلام) نے جواب دیا ” ارجو ان افعل و اعمل بمبلغ عملی و طاقتی ۔ امید کرتا ہوں (کتاب خدا اور سنت رسول خدا کے علاوہ) اپنے علم و قدرت (اوراجتہا د) کے ساتھ عمل کروں (نہ کہ دونوں خلیفہ کی سنت پر عمل کروں) ۔

اس کے بعد عبد الرحمن نے عثمان کو بلایا اور یہ ہی بات اس سے کہی، تو عثمان نے جواب میں کہا ” ہاں میں اسی طرح عمل کرونگا، لہذا عبد الرحمن نے ان کی بیعت کر لی (۱۸) ۔

دوسری روایت کے مطابق علی (علیہ السلام) نے صراحت کے ساتھ عبد الرحمن کے جواب میں فرمایا: بلکہ میں کتاب خدا، سنت رسول (ص) اور اپنی اجتہادی رائے کے مطابق عمل کرونگا؛ اس وقت عبد الرحمن نے عثمان سے کہا اور اس نے اس کی بات کو مان لیا ۔ اس درخواست کو عبد الرحمن نے تین بار پیش کی اور ہر بار علی (علیہ السلام) نے یہی جواب دیا، اور عثمان نے اس کا مثبت جواب دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عبد الرحمن نے اپنا ہاتھ عثمان کے ہاتھ میں دے دیا اور کہا : السلام علیک یا امیرالمومنین (۱۹) ۔

تاریخ یعقوبی میں واضح تعبیر کے ساتھ بیان ہوا ہے: تاریخ یعقوبی کے مطابق ، علی (علیہ السلام) نے عبد الرحمن کے جواب میں کہا : ” اسیر فیکم بکتاب اللہ و سنۃ نبیہ ما استطعت؛ جہاں تک مجھ میں طاقت ہے میں تمہارے درمیان کتاب خدا اور سنت پیغمبر کے مطابق عمل کروں گا“ ، لیکن عثمان نے عبد الرحمن کے جواب میں کہا: ”لکم ان اسیر فیکم بکتاب اللہ و سنۃ نبیہ و سیرۃ ابی بکر و عمر ؛ میں تمہارے درمیان کتاب خدا ، سنت پیغمبر اور ابوبکر و عمر کی سیرت پر عمل کرونگا“ اور یہ درخواست علی (علیہ السلام) اور عثمان کے سامنے دو بار تکرار کی گئی اور دونوں نے وہی جواب دیئے ، تیسری مرتبہ علی (علیہ السلام) نے فرمایا: ” کتاب خدا اور سنت رسول کے ہوتے ہوئے کسی کی سیرت کی ضرورت نہیں ہے لیکن تو مجھ سے امر خلافت کو الگ کرنا چاہتا ہے“ ”ان کتاب اللہ و سنۃ لا یحتاج معہما الی اجیری احد ، انت مجتہد ان تزوی هذا الامر عنی“ (اس کے بعد عبد الرحمن نے عثمان کی طرف رخ کیا اور اس بات کی تکرار کی عثمان نے قبول کر لی جس کے نتیجہ میں اس نے عثمان کی بیعت کر لی (۲۰) ۔

ایک روایت کے مطابق طلحہ بھی شوری کی نشست میں حاضر تھا ، عبد الرحمن بن عوف نے اعضاء شوری سے کہا: تم اپنے امر کو تین لوگوں کے حوالے کردو، زبیر نے کہا : میں اپنا ووٹ علی (علیہ السلام) کو دیتا ہوں، سعد نے

کہا: میں اپنا ووٹ عبد الرحمن کے حوالے کرتا ہوں، طلحہ نے کہا کہ میں اپنا ووٹ عثمان کو دیتا ہوں، عبد الرحمن نے کہا: میں اپنے آپ کو خلافت سے الگ کرتا ہوں، لیکن تم دونوں میں کون اپنے آپ کو خلافت سے الگ کرنے کو تیار ہے؟؛ علی (علیہ السلام) اور عثمان خاموش ہو گئے، عبد الرحمن نے دونوں سے تنہائی میں گفتگو کی اور عہد و پیمان لیا کہ جس کو بھی وہ امیر بنادے دوسرا اس کی اطاعت کرے (اور پھر اسی مکر و حیلے کے ساتھ) عثمان کی بیعت کر لی۔

سوم :

رد عمل عثمان کے انتخاب سے قریش کے اشراف اور بنی امیہ کے بزرگ لوگ خوش ہو گئے، اس لئے کہ عثمان اسی قبیلہ سے تھا (۲۲) اور چونکہ اس نے پیغمبر اکرم (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کے زمانہ اور اپنے مسلمان ہونے کے دوران کسی مشرک اور پیغمبر اکرم (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کے دشمن کو قتل نہیں کیا تھا۔ اس لئے قریش کے مختلف قبیلے اس سے ناراض نہیں تھے۔ لہذا نقل ہوا ہے کہ عبد الرحمن نے جس وقت خلافت کے اراکین اور بزرگ افراد سے مشورہ کیا تو پتہ چلا کہ اکثر لوگ عثمان کی جانب مایل ہیں۔

اس خوشی کے آثار ابوسفیان کے کلام میں بھی ظاہر ہوئے ہیں اس نے ایک دن صراحت کے ساتھ عثمان سے کہا : ”صارت الیک بعد تیم وعدی، فادرھا کالکرۃ، واجعل اوتادھابنی امیۃ، فانما هو الملک ولا ادری ما جنۃ ولا نار۔“ قبیلہ تیم (ابوبکر) اور قبیلہ عدی (عمر) کے بعد خلافت تم تک آئی ہے، اب اس کو اپنے قبیلہ میں ایک گیند کی مانند گھماتے رہنا، اور اس کی بنیادیں بنی امیہ کو قرار دے، (یاد رکھ) یہ صرف حکومت ہے (اسلامی خلافت نہیں) میں تو جنت و دوزخ کو بھی نہیں مانتا ہوں (۲۳)۔

مغیرہ ابن شیبہ، جس کی دشمنی اہل بیت (علیہم السلام) کے ساتھ روز روشن کی طرح واضح ہے، نے عبد الرحمن سے کہا: ”تم نے عثمان کی بیعت کر کے بہت اچھا کام کیا“ اور عثمان سے بھی کہا: ”لو بایع عبد الرحمن غیرک مارضینا۔ اگر عبد الرحمن تمہارے علاوہ کسی اور کی بیعت کرتا تو ہم کبھی راضی نہ ہوتے“ (۲۵)۔ لیکن دوسری جانب علی (علیہ السلام) اور دوسرے پاک و پاکیزہ مسلمان جیسے مقداد وغیرہ اس انتخاب سے ناراض تھے۔ طبری لکھتا ہے: جب عبد الرحمن، عثمان کی بیعت کر چکا، تو علی (علیہ السلام) نے عبد الرحمن سے خطاب کیا اور کہا: حبوتہ حبودھر، لیس هذا اول یوم تظاهرت فیہ علینا، فصبر جمیل واللہ المستعان علی ماتصفون، واللہ ما ولیت عثمان الا الامر الیک۔ تمہاری یہ حرکت پہلی بار نہیں ہے کہ تم نے ہماری مخالفت پر کمر باندھی ہے، میں صبر کروں گا، اور اس کے سامنے اللہ کی مدد کا سہار لوں گا۔ خدا کی قسم تو نے خلافت عثمان کو نہیں دی ہے بلکہ تو یہ چاہتا ہے کہ وہ اپنے بعد خلافت کو تیرے حوالے کر دے۔

عبد الرحمن نے جب یہ سنا تو اس نے آنحضرت کو دھمکی دی اور کہا: ”لا تجعل علی نفسک سبیلا؛ مجھے کوئی قدم اٹھانے پر مجبور نہ کرو (اپنے قتل کا سبب نہ بنو)۔“

مقداد نے بھی اس حادثہ کے بعد کہا: ”ما رایت مثل ما اوتی الی اهل هذا البيت بعد نبیہم۔ میں کسی ایسے خاندان کو نہیں جانتا کہ نبی کے گزر جانے کے بعد اس کے ساتھ ایسا سلوک کیا گیا ہو، جیسا برتاؤ اس خاندان کے ساتھ کیا گیا۔“

عبد الرحمن نے مقداد کو دھمکی دی اور کہا کہ اپنا خیال رکھ لوگوں میں فتنہ برپا نہ کر (۲۶)۔

دوسری روایت کے مطابق، جب عبد الرحمن نے عثمان کو خلیفہ معین کر دیا اور اس کی بیعت کر لی تو علی

(علیہ السلام) نے فرمایا: خدعة و ایما خدعة؛ مکاری، اور کیسی گندی مکاری تھی (۲۷)۔

بلاذری لکھتا ہے: اصحاب شوری نے عثمان کی بیعت کر لی ، لیکن علی نے عثمان کی بیعت نہیں کی؛ عبد الرحمن نے علی (علیہ السلام) کی طرف رخ کیا اور کہا: ”بایع و الا ضربت عنقک؛ بیعت کر و ورنہ تمہاری گردن مار دوں گا۔“

اس کے بعد علی (علیہ السلام) اس نشت سے اٹھ کر چلے گئے ، اصحاب شوری علی (علیہ السلام) کے پیچھے چلے اور ان سے کہا: ”بایع و الا جاہدناک؛ بیعت کرلو ورنہ ہم تم سے نبرد آزماں ہو جائیں گے، اس دھمکی کے بعد علی (علیہ السلام) واپس آگئے اور عثمان کی بیعت کر لی (۲۸) (مترجم : یہ روایت ہمارے مکتب کے خلاف ہے)۔

شوری کے واقعات کے بارے میں علی (علیہ السلام) کا بیان

علی (علیہ السلام) شوری کے واقعہ کے بارے میں سب سے پہلے یہ بیان فرماتے ہیں: ”حتی اذا مضی لسبیلہ جعلہافی جماعۃ زعم انی احدہم“ انہی حالات میں دوسرا (خلیفہ دوم) بھی اپنی راہ لگا اور (مرتے وقت) خلافت کو ایک جماعت (شوری) میں محدود کرگیا اور مجھے بھی اس جماعت کا ایک فرد خیال کیا۔ اس کے بعد مزید فرماتے ہیں: ”۔“ فیا للہ و للشوری متی اعترض الریب فی مع الاول منہم، حتی صرت اقرن الی ہذہ النظائر! اے اللہ مجھے اس شوری سے کیا لگاؤ؟ ان میں کے سب سے پہلے (ابوبکر) کے مقابلہ ہی میں میرے استحقاق و فضیلت میں کب شک تھا جو اب ان لوگوں (اعضائے شوری) میں بھی شامل کرلیا گیا ہوں۔

اس وقت آپ نے شوری کے ساتھ اپنی ہمرابی اور اس میں شامل ہونے کی وضاحت فرمائی: ”لکنی اسفقت اذ اسفوا، و طرت اذ طاروا۔“ مگر میں نے (اسلام کی مصلحتوں کو مد نظر رکھتے ہوئے ان کے ساتھ) یہ طریقہ اختیار کیا تھا کہ جب وہ زمین کے نزدیک ہوکر پرواز کرنے لگیں تو میں بھی ایسا ہی کرنے لگوں اور جب وہ اونچے ہو کر اڑنے لگیں تو میں بھی اسی طرح پرواز کروں۔

اس کے بعد امیرالمومنین (علیہ السلام) شوری کے نتیجہ کو روشن فرماتے ہیں، آپ نے فرمایا: ”فصفا رجل منہم لضغنہ ، و مال الآخر لصہرہ، مع ہن و ہن۔“ ان میں سے ایک شخص تو کینہ و دشمنی کی وجہ سے مجھ سے منحرف ہوگیا اور دوسرا دامادی اور بعض ناگفتہ بہ باتوں کی وجہ سے ادھر (عثمان کی طرف) جھک گیا (۲۹)۔ بعض مورخین کا بیان ہے، کینہ پرروری کی خاطر جس نے علی (علیہ السلام) سے روگردانی کی تھی وہ طلحہ تھا؛ لیکن بعض افراد معتقد ہیں کہ اس جلسہ میں طلحہ موجود نہیں تھا ، اس سے مراد سعد بن ابی وقاص ہے (۳۰) لیکن جو شخص رشتہ داری کی بنیاد پر عثمان کی طرف مایل ہوا وہ عبد الرحمن بن عوف تھا؛ جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے، عبد الرحمن کی شادی عثمان کی بہن ”ام کلثوم“ سے ہوئی تھی۔

اور یہ جملہ ”مع ہن و ہن“ نازیبا امور کی طرف اشارہ ہے جن کی تصریح نا ممکن ہے (۳۱) اور ممکن ہے اس جملے میں عبد الرحمن کے ہدف کی طرف اشارہ ہو، جیسا کہ عثمان کو ووٹ دینے کی وجہ حضرت علی (علیہ السلام) نے اپنے بیان فرمائی: عبد الرحمن کی رائے عثمان کے حق میں اس لئے ہے تاکہ عثمان اپنے بعد خلافت عبد الرحمن کے حوالہ کردے

دوبارہ مسلمانوں کی مصلحت کا خیال کرنا

علی (علیہ السلام) چھ افراد کی شوری کے میں خلیفہ نہ ہو سکے تو آپ نے اعتراض کرنے کے بعد عثمان کی بیعت کر لی؛ لیکن اس لئے نہیں کہ وہ منصب کے لئے موزوں تھا، بلکہ آپ نے بیعت اس لئے کی تاکہ آشوب اور

اندرونی مشکلات کے پیدا ہونے کا سد باب ہو جائے، اور اس طرح آپ نے اس امر میں مدد کرنے کا راستہ اختیار کیا

-

علی (علیہ السلام) نہج البلاغہ کے خطبہ ۷۴ میں اس کا پس منظر اس طرح بیان فرماتے ہیں:

ابن ابی الحدید معتزلی لکھتا ہے: عبد الرحمن اور بقیہ حاضرین جب عثمان کی بیعت کر چکے، تو سب سے پہلے علی (علیہ السلام) تھے جنہوں نے عثمان کی بیعت سے انکار کیا، اور فرمایا: ”میں تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں، جس دن پیغمبر اکرم (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) نے مسلمانوں کے درمیان عقد اخوت باندھا تھا، کیا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) نے میرے علاوہ کسی اور کے ساتھ عقد اخوت پڑھاتھا؟“ سب نے جواب دیا: نہیں! اس کے بعد آپ نے فرمایا: ”آیا میرے علاوہ کوئی ہے جس کے لئے پیغمبر اکرم (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) نے فرمایا ہو ”من کنت مولیٰ فهذا مولاه“ جس کا میں مولیٰ ہوں اس کے یہ علی مولیٰ ہیں“ سب نے جواب دیا: نہیں! پھر آپ نے فرمایا: ”آیا میرے علاوہ کوئی ہے جس کے لئے پیغمبر اکرم (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) نے یہ ارشاد فرمایا ہو: انت منی بمنزلة ہارون من موسیٰ الا انه لا نبی بعدی؛ تمہاری نسبت مجھ سے وہی ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی، مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے والا“ سب نے جواب دیا نہیں: نہیں۔

آپ نے سوال کیا: ”آیا کوئی ہے جو پیغمبر کے نزدیک سورہ برائت کے ابلاغ کے لئے مورد اطمینان تھا، جس کے بارے میں پیغمبر (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) نے ارشاد فرمایا ہو: اس سورہ کو (منی میں مشرکوں کے درمیان) میرے یا اس کے علاوہ جو مجھ سے ہے، ابلاغ نہیں کرسکتا“ سب نے جواب دیا: نہیں۔

آپ نے فرمایا: کیا تم لوگ جانتے ہو کہ اصحاب رسول خدا (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) بارہا میدان جنگ سے فرار کرتے رہے، لیکن میں نے کبھی فرار نہیں کیا؟ سب نے کہا: یہ صحیح ہے۔

آپ نے فرمایا: ہم میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) سے قرابت داری میکان زیادہ نزدیک ہے؟ سب نے کہا: آپ سب سے زیادہ نزدیک ہیں۔ اس موقع پر عبدالرحمن بن عوف نے علی علیہ السلام کے کلام کو قطع کیا، اور کہا: ”اے علی لوگ عثمان کے علاوہ کسی پر راضی نہیں ہیں، اس لئے تم خود کو مشکل میں مت ڈالو اور اپنے لئے خطرہ (شمشیر) مول مت لو۔ اس کے بعد عبد الرحمن نے پچاس آدمیوں کے گروہ کی طرف رخ کیا جس کا سردار ”ابوطلحہ“ تھا، اور کہا: اے ابو طلحہ! عمر نے تمہیں کیا حکم دیا تھا؟ اس نے جواب دیا کہ مجھے انہوں نے حکم دیا تھا کہ جو بھی مسلمانوں کے درمیان اختلاف پیدا کرے اسے قتل کردینا۔ اس وقت عبد الرحمن نے علی (علیہ السلام) کی طرف رخ کیا اور کہا: اب تم بیعت کر لو ورنہ ہم عمر کے حکم کو آپ کے متعلق اجراء کریں گے!

علی (علیہ السلام) نے فرمایا: لقد علمتم انی احق الناس بها من غیري؛ ووالله لاسلمن ما سلمت امور المسلمین ولم یکن فیہا جورالا علی خاصۃ، التماسا لاجر ذلک و فضلہ، و زهدا فیما تنافستموه من زخرفہ و زبرجہ؛ تم لوگ اس بات کو اچھی طرح جانتے ہو کہ میں خلافت کے لئے سب سے زیادہ مناسب ہوں (تم لوگ مجھے اپنے منافع کی راہ میں رکاوٹ سمجھتے ہو) لیکن خدا کی قسم جب تک مسلمانوں کے مصالح میرے سامنے ہیں، مجھ پر ستم بھی ہوتا رہے میں خاموشی اختیار کروں گا، اور اس طرح اپنے رب کی جانب سے اجر و ثواب سے سرفراز ہوتا رہوں گا، جبکہ تم لوگوں نے ایک دوسرے سے زر و جواہرات کی خاطر رشتے بنائے ہیں، اور میں تمہارے مقابلہ میں تقویٰ اختیار کر رہا ہوں، اس کے بعد آپ نے ہاتھ کو آگے بڑھایا اور بیعت کر لی (۳۲)۔ یہ بات واضح ہے کہ علی (علیہ السلام) منصب خلافت کو لشکر کشی یا جھگڑے سے حاصل کرنا نہیں چاہتے

تھے (جبکہ یہ انکا حق تھا) آپ اپنے آپ پر ظلم و ستم کو برداشت کرسکتے تھے مگر کسی بھی قیمت پر مسلمانوں میں تفرقہ اور اسلام کی نابودی گوارا نہیں کر سکتے تھے۔ لیکن دوسری طرف علی علیہ السلام نے بیعت سے انکار کرکے اور اراکین شوری کے ساتھ احتجاج فرماکر اپنی حقانیت کو ایک بار پھر سے تاریخ میں ثبت کر دیا ، اور دوسری جانب بعض اصحاب کی دشمنی اور کینہ پروری کو ائندہ آنے والوں کے لئے واضح کر دیا ۔

طلحہ کا کردار

طبری اور ابن اثیر نے نقل کیا ہے کہ جس روز عثمان کی بیعت کی گئی ، طلحہ مدینہ میوارد ہوا؛ اس سے کہا گیا کہ عثمان کی بیعت کرو! اس نے کہا : کیا تمام قریش عثمان پر راضی ہیں؟ انہوں نے کہا : ہاں تمام قریش اس پر راضی ہیں، اس وقت طلحہ عثمان کے پاس آیا اور کہا: کیا لوگوں نے تمہاری بیعت کر لی ہے؟ عثمان نے جواب دیا : ہاں ، طلحہ نے کہا : جیسا لوگوں نے کیا ہے میں بھی اس سے روگردانی نہیں کرسکتا ، اس کے بعد اس نے عثمان کی بیعت کرلی(۳۳) ۔

لیکن بلاذری لکھتا ہے : طلحہ ”سرات“ (۳۴) کے علاقے میں اپنے مال کی رسیدگی کے لئے گیا ہوا تھا ، اور عمر کے زخمی ہو نے کے بعد ایک آدمی کو بہت تیزی کے ساتھ اس ماجرے کی خبر دینے کے لئے بھیجا گیا ؛ طلحہ یہ خبر سنتے ہی تیزی کے ساتھ مدینہ کی طرف روانہ ہوا ، لیکن طلحہ اس وقت پہنچا جب لوگ عثمان کی بیعت کر چکے تھے ، طلحہ یہ ماجرا دیکھ کر اپنے گھر میں بیٹھ گیا اور باہر نہیں آیا اور کہا: مثلی لا یفتات علیہ ولقد عجلتم و انا علی امری ؛میری موجودگی کے بغیر یہ فیصلہ نہیں ہونا چاہیے تھا،تم نے جلدی سے کام لیا ہے جبکہ میں کام سے گیا ہوا تھا ۔

جب عبد الرحمن اس واقعہ سے با خبر ہوا تو طلحہ کے پاس آیا ، اور اسلام کی عزت کو عظیم شمار کرتے ہوئے، تفرقہ سے پرہیز کرنے کے لئے کہا (اور اس کو بیعت کرنے پر آمادہ کیا) (۳۵)۔

چہارم :

نقد اور تحلیل چھے آدمیوں کی شوری اور عثمان کے انتخاب کی روش کو مد نظر رکھتے ہوئے چند نکات قابل توجہ ہیں:

۱۔ خلیفہ دوم نے بستر مرگ پر اس بات کا اظہار کیا کہ اگر حذیفہ کا آزاد شدہ غلام زندہ ہوتا تو وہ اس کو خلافت کے لئے منتخب کرتے ۔ جب کہ انہوں نے اور ابوبکر نے سقیفہ کے روز انصار کے سامنے اس بات کی وضاحت کی تھی کہ خلافت قریش اور رسول خدا(صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کے رشتہ داروں میں ہونی چاہیے، اور اس بنیاد پر سعد بن عبادہ کو خلافت سے الگ کر دیا تھا ، لیکن اس مقام پر وہ آرزو کر تے ہیںکہ کاش سالم زندہ ہوتا تو خلافت اس کو دے دیتے ،جبکہ سالم کے بارے میں مورخین اور علماء رجال نے وضاحت کی ہے کہ اسکا تعلق فارس سے تھا(۳۷) ۔

اس کے علاوہ جو فضایل ابوعبیدہ جراح اور سالم کے انہوں نے بیان کئے ہیں کہ اگر وہ زندہ ہوتے تو ان فضایل کی خاطر خلافت ان کے سپر کر دیتے، یہ فضائل ان سے زیادہ علی(علیہ السلام) میں پائے جاتے تھے ،لیکن انہوں نے اس حقیقت کا اعتراف نہیں کیا ، اور آپ کے لئے خلافت کی تائید نہیں کی ۔

اسی طرح اگر معیار خلافت ، لیاقت اور اسلام میں سبقت ہونا ہوتا (قومیت کو نظر انداز کرتے ہوئے) تو عمار یاسر بھی مجاہدین اور اسلام لانے میں سبقت رکھتے تھے ، جن کے والدین بھی سختی کے ساتھ شہید ہوئے، ان کا نام کیوں نہیں لیا گیا؟!

اس سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ خلیفہ نے ان دونوں کا نام اس لئے پیش کیا تھا چونکہ یہ دونوں خلیفہ کے ساتھ سقیفہ میں موجود تھے، حیرت کی بات یہ ہے کہ وہ خالد بن ولید کو بھی خلافت کے لئے مناسب سمجھتے تھے جبکہ خالد نے اسلام لانے والوں میں بھی سبقت نہیں کی، اور اس کے علاوہ مالک ابن نویرہ کا قتل اور اسی شب ان کی زوجہ کے ساتھ زنا کا حادثہ بھی خالد کے ہاتھوں وجود میں آیا، جس نے حضرت عمر کو کافی غضبناک کیا تھا ، اور وہ چاہتے تھے کہ خالد کو رجم کیا جائے ، لیکن ابوبکر نے اس بات کی تائید نہیں کی (۳۹) ان تمام باتوں کے باوجود وہ اس کو خلافت کے لئے مناسب سمجھتے تھے!

۲۔ عمر حضرت علی (علیہ السلام) کو منصب خلافت کے لئے موزوں سمجھتے تھے اور اس بات کے معتقد تھے کہ اگر علی کو خلافت مل جائے تو وہ لوگوں کو راہ حق سے منحرف نہیں ہونے دیں گے، لیکن اس کے باوجود انہوں نے یہ بہانہ کرتے ہوئے کہ وہ نہیں چاہتے کہ خلافت کو لوگوں پر تحمیل کریں ، یا یہ بہانے کرتے ہوئے کہ علی (علیہ السلام) شوخ مزاج ہیں، آپ کی تائید کرنے سے پرہیز کیا ۔

اگر ہم انصاف کے ساتھ فیصلہ کریں تو ہمیں کہنا پڑے گا کہ چونکہ خلیفہ دوم کا مزاج بہت زیادہ سخت اور کڑوا تھا، لہذا وہ کسی نرم اور خوش مزاج انسان کو پسند نہیں کر سکتے تھے، لیکن یہ بات واضح ہے کہ علی (علیہ السلام) مسلمانوں کے لئے مہربان اور خوش رفتار تھے ، لیکن اس کے مقابلہ میں اسلام کے دشمنوں اور ظلم کرنے والوں کے ساتھ اسی طرح سخت مزاج اور جنگجو تھے ، آپ نے پیغمبر اکرم (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کے زمانے میں اور اس کے بعد اپنی پانچ سالہ خلافت کے دور میں اپنے اس مزاج کا مظاہرہ کیا ، اور قرآن نے بھی اس بات کا حکم دیا ہے ۔

اس کے علاوہ ” خلافت کو لوگوں پر تحمیل نہ کرنے “ کا بہانہ بھی قابل قبول نہیں ہے ، اس لئے کہ وہ خود اس سے پہلے سقیفہ کے واقعہ میں ابوبکر کی خلافت کو لوگوں پر تحمیل کر چکے ہیں ، جبکہ اکثر افراد، علی (علیہ السلام) سے وابستہ تھے اور ان کی خلافت کا خیر مقدم کر رہے تھے ۔

۳۔ سوال یہ ہے کہ اس خاص شکل کی شوری کس بنیاد پر تشکیل دی گئی؟ اگر اس کا معیار خلافت میں خداوند عالم کے حکم کے مطابق مشورہ کے ذریعہ عمل کرنا ہے ، تو پھر خلیفہ دوم کو چاہیے تھا کہ بزرگوں کے مشورے سے کسی ایک کے لئے خلافت کی تائید کر دیتے ۔ نہ یہ کہ اس امر کو شوری کے سپرد کرتے ، اور وہ بھی چند افراد پر مشتمل شوری ۔

در حقیقت خلیفہ دوم کا یہ کام لوگوں کے مشورے پر عمل کرنے پر مبنی نہیں ہے؛ بلکہ ایک ایسی ہیئت کا تشکیل دینا ہے جس میں اپنی رائے کے مطابق اپنے درمیان کسی کو خلیفہ بنا سکیں ، اور اس طرح کا مشورے کا اسلام سے کوئی ربط نہیں ہیں ۔

دوسری طرف اس شکل میں شوری کو تشکیل دینا ، نہ عام لوگوں کے انتخاب کی وجہ سے ہے اور نہ امت کے خبیر افراد کی طرف رجوع کرنا ہے، اگر ایسا ہوتا تو مہاجرین و انصار کے دیگر بزرگوں سے بھی مشورہ کیا جاتا ، اور چھ افراد میں اس کو محدود نہ کیا جاتا ۔

ان بعض افراد کے انتخاب کرنے کی بنیاد قبائلی اور قومی واقعات سے مشابہ ہے کسی کے لایق اور سزاوار ہونے سے مشابہ نہیں ہے۔ گویا کہ خلیفہ دوم تین بانفوذ قبیلوں یعنی بنی ہاشم، بنی امیہ اور بنی زہرہ کو اس شوری کے لئے منتخب کر رہے ہیں۔ کیونکہ خود انہوں نے (بعض اقوال کے مطابق) شوری کے افراد کے بعض عیوب کا بیان کیا ہے جس سے ان کی لیاقت اور کمزوری ثابت ہوتی ہے۔

مثلاً زبیر کے بارے میں کہا : تو ایک دن انسان اور دوسرے دن شیطان بن جاتا ہے، سعد بن ابی وقاص کو جنگجو یا کار آزمودہ جنگی شمار کیا ، نہ یہ کہ وہ خلافت کے لئے موزوں ہے؛ اور عبد الرحمن کو یہ کہا کہ خلافت تجھ جیسے کمزور انسان کو نہیں ملنی چاہیے، عثمان کو کہا کہ وہ بنی امیہ کو ان کے ظلم کی وجہ سے لوگوں پر مسلط کر دیگا، اور عمومی شورش کے سبب اپنے کو قتل تک پہنچا دیگا، اور طلحہ کو اس کی زوجہ کا مطیع شمار کیا (ان کے ثبوت پہلے ذکر کئے جا چکے ہیں)۔

۴۔ خلیفہ دوم کا یہ حکم کہ ان چھ افراد میں سے اگر کسی کو منتخب نہ کیا جائے تو ان کو قتل کر دیا جائے یا اقلیت اگر اکثریت کی مخالفت کرے تو ان کو قتل کر دیا جائے، کسی بھی شرعی بنیاد پر نہیں تھا۔ ممکن ہے کہ شوری کے اراکین کسی ایک کو بھی خلیفہ معین نہ کر سکیں ، تو خلیفہ دوم کے لئے یہ ممکن تھا کہ اس صورت میں خلیفہ معین کرنے کے لئے کوئی دوسرا قدم اٹھاتے، نہ یہ کہ ان چھ افراد کے لئے جو اصحاب پیغمبر (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) بھی تھے قتل کا حکم صادر کرتے۔

اس کے علاوہ اگر کوئی اراکین میں منتخب شدہ خلیفہ کی موافقت نہ کرے اور اس کی بیعت نہ کرے ، تو اس کی گردن کیوں قلم کی جائے ؟ اس لئے کہ بیعت نہ کرنا خلیفہ کے مقابلہ میں خروج کرنے کے مساوی نہیں ہے، جس طرح علی (علیہ السلام) کے دور خلافت میں بعض افراد جیسے سعد بن ابی وقاص ، عبداللہ بن عمر ، حسان بن ثابت اور زید بن ثابت نے بیعت نہیں کی اور علی (علیہ السلام) نے ان کو آزاد چھوڑ دیا (۴۱)۔

۵۔ خلیفہ دوم اراکین شوری سے کہتے ہیں : تم وہ افراد ہو جن سے پیغمبر (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) راضی تھے ، لیکن اس کے باوجود وہ طلحہ سے کہتے ہیں تو نے حجاب کے بارے میں جو جملہ کہا تھا ، اس کی وجہ سے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) تجھ سے ناراض رہے اور دنیا سے اس حال میں گئے کہ تجھ سے ناراض تھے ، درحقیقت خلیفہ دوم اپنی پہلی گفتگو کو دوسرے جملے سے نقض کر رہے ہیں!

۶۔ خلافت کے مساوی ہونے کی صورت میں عبد الرحمن بن عوف کو حکم قرار دینا بھی تعجب خیز ہے اس لئے کہ عبد الرحمن بن عوف کو یہ امتیاز کس بنیاد پر دیا گیا ، جبکہ ماضی میں عبد الرحمن بن عوف کبھی بھی فضائل میں علی (علیہ السلام) کو نہیں پہنچ سکا۔ اگر اس کا امتیاز ماضی میں اس کا جہاد ہے تو وہ ہرگز علی (علیہ السلام) کے پایہ کو نہیں پہنچ سکتا ، علی (علیہ السلام) کا جہاد ہمیشہ سنگین رہا ہے۔

۷۔ اراکین شوری کا انتخاب اس طرح کیا تاکہ علی (علیہ السلام) کو خلافت سے محروم کر دیا جائے، جیسا کہ خود علی (علیہ السلام) نے اس بات کی تصریح فرمائی ہے ، اس لئے کہ ایک طرف سعد بن ابی وقاص اور عبد الرحمن بن عوف دونوں ایک قبیلہ سے تھے ، اور وہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ متحد تھے ، دوسری جانب رسول خدا (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) نے عثمان اور عبد الرحمن کے درمیان عقد اخوت باندھ دیا تھا (۴۲)، اور اس کے علاوہ عبد الرحمن عثمان کا داماد بھی تھا۔

طلحہ چونکہ قبیلہ ”تیم“ سے تھا ، اور اسی قبیلہ سے خلیفہ اول تھا ، اس کے علاوہ ابوبکر کا داماد بھی تھا ، کیونکہ ام کلثوم ابوبکر کی بیٹی اور عایشہ کی بہن اس کی زوجہ تھی (۲۳) ، اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ قبیلہ کا رجحان اور اس کے علاوہ سقیفہ میں جو کچھ ہو چکا تھا اس کو مد نظر رکھتے ہوئے، طلحہ کبھی بھی علی (علیہ السلام) کی حمایت نہیں کر سکتا تھا، اس لئے صرف زبیر علی (علیہ السلام) کی طرف مایل ہو سکتا تھا ، چونکہ کہ اس کی ماں (صفیہ) بنی ہاشم سے تھی اور اس طرح وہ علی (علیہ السلام) کا پھوپھی زاد بھائی تھا ۔

جیسا کہ پہلے بیان کیا ہے کہ پیغمبر اکرم (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کے چچا جناب عباس نے علی (علیہ السلام) سے شوری میں داخل نہ ہونے کی درخواست کی کیونکہ وہ سمجھتے تھے یہ لوگ کسی بھی حال میں خلافت علی (علیہ السلام) کو نہیں دیں گے ۔

انہوں نے اس انداز سے شوری کو تشکیل دیا کہ خردمند افراد نے آغاز ہی میں پیشین گوئی کر دی تھی کہ خلافت کی رداء عثمان کے دوش پر ڈالی جائے گی ۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ خود خلیفہ دوم نے بھی عثمان کی خلافت کے لئے پیشین گوئی کی تھی!

ابن سعد کتاب ”الطبقات“ میں لکھتے ہیں: سعید بن عاص اموی کہتا ہے: میں ایک بار عمر کی خلافت کے دور میں ان کے پاس گیا اور میں نے ان سے درخواست کی کہ میرے گھر کی زمین میں کچھ اضافہ کر دیں ۔ عمر اس کے اگلے دن میرے گھر آئے اور اپنے پیر سے اس نے ایک خط کھینچا، اور میرے گھر کی زمین میں کچھ اضافہ کر دیا، میں نے کہا اے امیر المومنین ! مجھے کچھ اور زمین دے دیجیے اس لئے کہ میرے اہل و عیال زیادہ ہیں! انہوں نے جواب دیا: ابھی تمہارے لئے اتنا ہی کافی ہے، لیکن میں تمہیں ایک راز کی بات بتاتا ہوں (سیلی الامر بعدی من یصل رحمک و یقضى حاجتک) بہت جلد میرے بعد وہ حاکم ہوگا جو تم سے رشتہ داری کی خاطر تیرے ساتھ رعایت سے کام لیگا اور تمہاری درخواست کے مطابق تمہیں عطا کریگا ۔

سعید اس کے بعد کہتا ہے : عمر کے دور تک میں صبر کرتا رہا، یہاں تک کہ عثمان شوری کے ذریعہ خلیفہ بن گیا ، اور اس نے میرے رشتہ دار ہونے کی رعایت کی اور مجھ پر بہت احسان کیا اور میرے مطالبہ کو پورا کر دیا ۔ عثمان کا احسان سعید بن عاص کے ساتھ یہاں تک پہنچا کہ ولید بن عقبہ کو عزل کرنے کے بعد کوفہ کی تولیت اس کے سپرد کر دی ۔ (۲۴)

یقیناً حیرت کی بات یہ ہے کہ خلیفہ دوم اس طرح کی پیشین گوئی کر تے ہیں اور ایک منظم منصوبہ کے تحت عثمان کو خلافت تک لے آتے ہیں، اس لئے بہت سی روایات کے مطابق ابوبکر نے اپنے احتضار کے وقت عثمان کو بلایا تاکہ وہ خلافت کے بارے میں وصیت لکھے ابوبکر نے وصیت میں عثمان سے کہا: ”لکھو بسم اللہ الرحمن الرحیم ، یہ وصیت ابوبکر نے مسلمانوں سے کی ہے ، اما بعد

ابوبکر اسی عالم میں بے ہوش ہو گئے ، عثمان نے یہ جملہ خود سے لکھا : اما بعد، فانی قد استخلفت علیکم عمر بن الخطاب ، ولم الکم خیرا ؛ میں عمر بن خطاب کو تمہارے لئے خلیفہ قرار دیتا ہوں، میں نے تمہارے حق میں کسی بھی خیر اور بہتری سے غفلت نہیں کی ہے!

جس وقت عثمان نے ان جملوں کو لکھا ، ابوبکر کو ہوش آگیا اور عثمان نے ابوبکر سے کہا کہ اس کو پڑھو! ابوبکر نے اس پورے نوشتہ کو پڑھا ۔ اور تکبیر کہی اور کہا : میں سمجھتا ہوں کہ (تم نے جلدبازی سے کام لیا اور عمر کا نام اس لئے لکھ دیا کہ) تم ڈر گئے تھے کہ اگر میں ہوش میں نہ آیا اور مر گیا تو لوگ اختلاف کے شکار نہ ہو جائیں، عثمان نے جواب دیا کہ جی ایسا ہی تھا، اس کے بعد ابو بکر نے عثمان کے حق میں دعا کی (۲۵) ۔

خلیفہ دوم ایک طرف تو عثمان کے نام کی تصریح نہیں کرتے ہیں تاکہ جانبداری کی تہمت نہ لگ جائے، لیکن دوسری طرف عثمان کی محبت اور احسان کا جو انہوں نے ان کے ساتھ سن ۱۳ ہجری میں کیا تھا اس کی تلافی ۲۳ ہجری میں کر رہے ہیں۔ (ہل جزاء الاحسان الا الاحسان)

حضرت امیرالمومنین علی (علیہ السلام) کو معلوم تھا کہ خلافت آپ کو نہیں ملے گی لیکن پھر بھی آپ اس شوری میں گئے۔

اس کی دو بہترین دلیلیں ہوسکتی ہیں :

(الف) امیر المومنین اپنے آپ کو خلافت اور امامت کے لئے موزوں سمجھتے تھے اور ضروری سمجھتے تھے کہ آپ اس مجلس میں شرکت کریں اور اپنی حقانیت کو دلیلوں کے ساتھ ثابت کریں۔ اگر آپ شرکت نہ فرماتے تو ممکن تھا لوگ یہ کہہ دیتے، چونکہ آپ خود کو اس منصب کے لائق نہیں سمجھتے تھے اس لئے شرکت نہیں فرمائی۔ یا اگر وہ شرکت کرتے تو ہم انہیں خلیفہ قبول کر لیتے۔ یہ بات واضح ہے کہ علی (علیہ السلام) اس بات کو جانتے تھے کہ وہ جانشینی پیغمبر اکرم (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کے لئے سب سے زیادہ بہتر اور مناسب ہیں، اور وہ اس بات کا یقین رکھتے تھے کہ پیغمبر اکرم (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کے بعد روز اول سے لوگوں کی رہبری کے لئے آپ کا تقرر ہونا چاہیے، (لیکن آپ کو برسوں تک اس منصب سے دور رکھا گیا) اور لوگوں کی رہبری کے لئے آپ اس اعلیٰ منصب کو حاصل کریں، اور آپ کی جد و جہد نے ایک بار پھر آپ کو حقانیت کے ساتھ اس منصب تک پہنچا دیا۔ ساتھ ساتھ خلیفہ دوم اور شوری کے بعض منتخب افراد کی مکاری کو اس مقام سے محرومی کے ذریعہ روشن کر دیا۔ آئندہ آنے والے افراد اس نکتہ کے ذریعہ جو تاریخ میں محفوظ ہے، فیصلہ کر سکتے ہیں (کہ صاحبان حق افراد کون ہیں)

(ب) امیر المومنین نے اس مجلس میں اپنے حضور کو تفرقہ کا سد باب جانا ہے، یعنی جس طرح آپ نے ماضی میں اب تک اسلامی وحدت اور اس کے مصلحتوں کو مد نظر رکھا ہے اسی طرح امت مسلمہ کو تفرقہ اور اختلاف سے محفوظ اور متحد رکھنے کی خاطر اس منتخب شوری میں آپ نے شرکت فرمائی۔

۹۔ قابل غور بات : عثمان اور امام علی (علیہ السلام) کے چاہنے والے وہاں پر موجود تھے؛ جیسا کہ ہم پڑھ چکے ہیں کہ وہی لوگ جیسے عمار یاسر اور مقداد جو کامیاب ترین صاحبان ایمان، سابق الاسلام، اور صاحبان افراد تھے؛ جو علی علیہ السلام کی طرفداری کر رہے تھے، لیکن ان کے مقابل وہ افراد جو پیغمبر (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کی آخری دم تک مخالفت کرتے رہے، مجبوراً اور مصلحتاً اسلام لائے تھے، جن میں بعض کے خون کو پیغمبر (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) نے حلال قرار دیا تھا، وہ لوگ عثمان کی طرفداری کر رہے تھے۔

سوال یہ ہے کہ آخر اس جماعت نے جو معاشرتی منصب سے دور تھی، اسلام اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کی دشمن رہی ہے، علی (علیہ السلام) میکیا دیکھا جس کی وجہ سے اس نے علی (علیہ السلام) کی خلافت کا انکار اور آپ کی مخالفت کی، اور عثمان میں کون سی خاص بات نظر آئی کہ اچانک اس کی طرفداری کرنا شروع کر دی؟ اس طرح کے سوالوں کے تاریخ نے وقت کے گزرنے کے ساتھ ساتھ جوابات دیے ہیں، عثمان کے دور خلافت میں قریش کے بزرگان کی خیانتوں اور غبن، اور اس کے مقابلے میں دور خلافت امیر المومنین میں ان کا علی (علیہ السلام) سے نبرد آزما ہونا، ان کی بدنیتی سے پردہ اٹھا دیتا ہے۔

اہل سنت کے معروف دانشمند اور نہیج البلاغہ کے برجستہ شارح ، خطبہ ۷۴ کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں: عثمان کی بیعت ایک میدان جنگ کی مانند ہے ، قریش کے قبائل (وہی افراد کہ جنہوں نے اسلام کے مقابلہ میں گھماسان جنگیں لڑی تھیں) اور ان افراد کے درمیان کہ جنہوں نے کمال ذوق اور شوق کے ساتھ اسلام قبول کیا تھا۔ جن لوگوں نے عثمان کے لئے خلافت کی راہیں ہموار کی تھیں اور اپنی بیعت سے اس کو قوت بخشی تھی، ان کے نزدیک خلافت قریش کی حکومت کے سوا کچھ نہ تھی ، ان کی نگاہ میں ایسا ہر گز نہیں تھا کہ خلافت ایک اسلامی حکومت ہے جو ضعیف و ناتواں افراد کی حمایت اور محروم افراد کا دفاع کرتی ہے۔

اس کے بعد موصوف فرماتے ہیں: وہ گفتگو جو ایک گھر کے باہر خلیفہ کے تقرر کے لئے اس اجتماع میں لوگوں کے درمیان ہوئی اس سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ لوگوں کی اکثریت علی (علیہ السلام) کے ساتھ تھی اور صرف قریش کی وہ جماعت جو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) سے جنگ کرتی آئی ہے ، علی (علیہ السلام) کی مخالف تھی۔

اس کے بعد ایک مختصر جملہ تحریر فرماتے ہیں ”و بنفس العصبیة والحقد اللذین حاربوا بہما محمدا ، حاربوا بہما علیا؛ انہوں نے جس تعصب اور کینہ کے ذریعہ محمد (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) سے جنگ کی تھی انہیں دونوں چیزوں کے ذریعہ علی (علیہ السلام) سے بھی جنگ کی اور ان کی مخالفت کی۔

شیخ محمد عبده اس گفتگو کو اس طرح نقل کرتے ہیں (جس کو ہم طبری کے حوالے سے نقل کر چکے ہیں) اور آخر میں تحریر فرماتے ہیں: آخر کار عبد الرحمن قرشی نے عثمان کی بیعت کر لی اور جس وقت عمار ناراض ہو کر اس جگہ سے اٹھے تو تمام قریش نے ان کی توبین کی اور انہیں خود سے دور کیا۔ (۴۶)

۱۰۔ علی ((علیہ السلام)) کو خلافت سے محروم رکھنے، اور عثمان کو خلافت دینے میں عبد الرحمن بن عوف کی جال سازی نہایت ہی عیارانہ تھی۔ وہ اپنے کو تہمت سے بچانے کے لئے اور اپنے آپ کو جدا ثابت کرنے کے لئے پہلے علی ((علیہ السلام)) کو بلاتا ہے ، اور آپ کی بیعت کرنے کے لئے اس قسم کی شرط رکھتا ہے کہ اسے یقین تھا کہ آن حضرت اسے ہر گز قبول نہیں کریں گے؛ یعنی شرط رکھتا کہ آپ (کتاب خدا اور سنت پیغمبر پر عمل کرنے کے ساتھ) شیخین کی سیرت پر عمل کریں گے، اس لئے کہ عبد الرحمن بن عوف اس بات کو اچھی طرح جانتا تھا کہ شیخین کے دور خلافت میں آپ ہمیشہ ان کے عمل پر تنقید کرتے آئے ہیں ، اس کے علاوہ آپ اپنے آپ کو رسول خدا کی جانب سے منصوب سمجھتے ہیں، اور وہ یہ بھی جانتا تھا کہ علی (علیہ السلام) فضایل و مناقب کے حوالے سے ان سے بہت زیادہ برتر ہیں اور دونوں خلیفہ مشکل کے وقت آپ کی طرف رجوع کرتے تھے ، یہ ممکن نہیں ہے کہ افضل مفضل کی سیرت پر عمل کرے ۔

دوسری جانب عبدالرحمن بن عوف بخوبی واقف تھا کہ علی ((علیہ السلام)) ایک سچے انسان ہیں ، وہ خلافت کو حاصل کرنے کے لئے کبھی جھوٹ کا سہارا نہیں لے سکتے ؛ کہ آج عمر و ابوبرکی سیرت پر عمل کرنے کا وعدہ کر لیں اور بعد میں جب حکومت مل جائے اپنی رائے کے مطابق عمل کریں، جب عبد الرحمن بن عوف نے علی (علیہ السلام) سے منفی جواب سنا تو عثمان کو بلایا اور یہی شرط اس کے سامنے رکھی ، جیسے ہی عثمان نے مثبت جواب دیا فوراً اس کی بیعت کر لی ۔ یہی وہ مقام ہے کہ جس کو علی (علیہ السلام) نے مکر و فریب کا نام دیا ہے۔

دو اہم نکتے :

پہلانکتہ : اگرچہ عثمان نے وعدہ کیا تھا کہ ابوبکر اور عمر کی سیرت کے مطابق عمل کریں گے، لیکن تاریخ شاہد

ہے کہ انہوں نے ایسا نہیں کیا ، اس کے علاوہ حکم بن ابی العاص اور اس کے بیٹے مروان جن کو پیغمبر (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) نے مدینہ سے جلا وطن کر دیا تھا ، ابوبکر اور عمر نے بھی ان کو (مدینہ) واپس آنے کی اجازت نہیں دی تھی ، لیکن عثمان نے (اپنے دور خلافت میں) ان کے ساتھ محبت کا برتاو کیا اور ان کو مدینہ واپس بلایا، اور ان کو ہدیے پیش کیے یہاں تک کہ مروان کو اپنا مشاور اعظم بنا لیا (۴۷) اس کے ساتھ ساتھ اپنے رشتے داروں کو بیت مال سے مال و ثروت عطا کئے اور اپنے خاندان کے نا اہل افراد کو (حکومت میں) منصب عطا کئے ، اور گزشتہ سیرت پر عمل کرنے سے اعراض کیا۔ (۴۸)

دوسرا نکتہ: علی (علیہ السلام) اس بات کے معتقد تھے کہ عبد الرحمن نے عثمان کی بیعت اسلئے کی تاکہ عثمان اپنے بعد اس کو خلیفہ بنا سکے ، اور اس وقت آپ نے فرمایا تھا کہ ” واللہ کل یوم ہو فی شان ؛ خدا ہر دن ایک نئی شان رکھتا ہے “ (۴۹) آپ کا اشارہ اس بات کی طرف تھا کہ خدا تجھے تیرے مقصد میں کامیاب ہونے کا موقع کبھی نہیں عطا کریگا۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ کچھ ہی دنوں کے اندر عثمان اور عبد الرحمن میں اختلاف ہو گیا، ابن عبد ربہ لکھتا ہے کہ جب عثمان نے اپنے خاندان کے نا اہل جوانوں کو شہروں کی گورنری کے لئے منتخب کیا اور ان کو بزرگوں کے اوپر فوقیت دی ؛ تو اس وقت عبد الرحمن پر اعتراض کیا گیا کہ یہ تیرے (غلط) فیصلے کا نتیجہ ہے ، عبد الرحمن نے کہا مجھے گمان بھی نہیں تھا کہ ایسا ہو جائے گا، اس وقت عبد الرحمن عثمان کے پاس آیا اور اس کو سرزنش کیا ، کہا میں نے تم کو خلافت اس شرط پر دی تھی کہ تم ہمارے درمیان ابوبکر اور عمر کی سیرت پر عمل کرو گے؛ لیکن تم ان کی سیرت کی مخالفت کر رہے ہو، اور اپنے خاندان کی طرف خاص توجہ دے رہے ہو، اور ان کو مسلمانوں پر مسلط کر دیا ہے!

عثمان نے جواب دیا: عمر نے اپنے رشتہ داروں کو اللہ کی خاطر حکومت سے الگ رکھا ، اور میں بھی اللہ کی خاطر اپنے رشتہ داروں کے ساتھ مہربانی، بخشش اور عطا سے کام لے رہا ہوں۔ (دونوں کا کام خدا کی خاطر ہے!!) یہ سن کر عبد الرحمن ناراض ہو گیا اور کہا : ” للہ علی ان لا اکلمک ابدا “ میں خدا کے ساتھ پیمانہ باندھتا ہوں کہ ہر گز تمہارے ساتھ بات نہیں کروں گا۔ اور اس نے اسی طرح کیا اور مرتے دم تک عثمان سے بات نہ کی ، یہاں تک کہ جب وہ بیمار تھا اور عثمان اس کی عیادت کو گئے تو عبد الرحمن نے اپنے چہرے کو دیوار کی طرف پھیر لیا اور ان سے بات تک نہ کی (۵۰)

بلاذری نقل کرتا ہے کہ عبد الرحمن نے مرنے سے پہلے وصیت کی کہ عثمان اس کی نماز جنازہ نہ پڑھائے ، اس لئے عبد الرحمن کے مرنے کے بعد زبیر نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ بعض افراد کا کہنا ہے کہ سعد ابن ابی وقاص نے عثمان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ (۵۱)

۱۱۔ جیسا کہ ہم تاریخ میں دیکھتے ہیں علی ((علیہ السلام)) نے اس بار بھی اپنے میل اور رجحان سے خلیفہ وقت کی بیعت نہیں کی ، در حقیقت آپ کی بیعت دھمکی کے سبب تھی، اور آپ نے وحدت مسلمین کی حفاظت کی خاطر اس کو قبول فرما یا تھا۔ اس بنیاد پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ علی ((علیہ السلام)) میزان حق اور حدیث ثقلین کے کامل ترین مصداق ہیں، اور عثمان کی خلافت ناجائز خلافت تھی، حیلے اور مکاری کی بنیاد پر اس کو حاصل اور زور و زبردستی کے ساتھ اس کا اجراء کیا گیا۔

۱۲۔ چھ افراد پر مشتمل شوری کا وجود میں آنا اور عثمان کا منتخب ہونا تاریخ اسلام کا ایک اہم مسئلہ ہے، جو دقت اور تحقیق کا طلب گار ہے۔ خلیفہ دوم کے اس عمل کا پہلا نتیجہ یہ تھا کہ انہوں نے اپنے ان پانچ افراد کو علی (علیہ السلام) کا ہم پلہ اور امر خلافت کے لئے شایستہ قرار دیا۔ اور اس کے بعد شوری کے باقی افراد کو چونکہ شوری

کے اعضاء تھے ، اسلامی معاشرے میں اہمیت دی جانے لگی۔ یہی وجہ ہے کہ علی ((علیہ السلام)) کے دور خلافت میں معاویہ نے زبیر کے نام ایک خط لکھا اور اس میں اس کو شام جانے کے لئے کہا تاکہ وہ اور شام والے خلیفہ کے عنوان سے اس کی سے بیعت کریں۔ (۵۲) بعض جگہ تاریخ میں آیا ہے کہ معاویہ نے زبیر کو خط لکھا کہ میں نے تمہارے لئے اور تمہارے بعد زبیر کے لئے بیعت لے لی ہے ، اس لئے عراق کو اپنے ہاتھ سے نہ جانے دینا۔ (۵۳) دوسرا افسوس ناک نتیجہ جو عثمان کے انتخاب سے وجود میں آیا وہ یہ ہے کہ بنی امیہ کو بہت تقویت مل گئی ، جنہوں نے فتح مکہ کے بعد رسول اللہ سے دشمنی کی قسم کھائی تھی ، اور اسلام کی پرشکوہ فتح کے بعد ظاہراً وہ مسلمان ہو گئے تھے ، اچانک ان کو طاقت مل گئی ، مروان بن حکم عثمان کا مشاور اعظم بن گیا ، اور معاویہ کو شام میں پہلے سے زیادہ تقویت حاصل ہو گئی ، اور دوسرے افراد جیسے عبداللہ بن عامر اور عبد اللہ بن ابی سرح ، جو اسلام کی مخالف پارٹی میں تھے ، جن میپیغبر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے بعض لوگوں کے خون کو حلال قرار دیا تھا اور انہوں نے خوف کی خاطر اسلام کو قبول کر لیا۔ اور اسی طرح ولید ابن عقبہ جس کی مذمت میں سورہ حجرات کی چھٹی آیت نازل ہوئی (۵۴) ، ایسے افراد کو مختلف شہروں کی گورنری مل گئی ۔ اور اس کے مقابلے میں مشہور صحابی جناب ابوذر کو ربذہ کی طرف جلاوطن کر دیا گیا اور آپ اسی عالم غربت میں دنیا سے چلے گئے ۔ (۵۵) اسی طرح دوسرے جلیل القدر صحابی عبد اللہ بن مسعود کو اذیت ، توہین ، ضرب اور گالیوں سے دوچار ہونا پڑا۔ (۵۶)

خلیفہ دوم نے جبکہ اس بات کی پیش بینی کر رہے تھے کہ اگر عثمان خلیفہ بن گئے تو اپنے رشتہ داروں کو لوگوں پر مسلط کر دیں گے ، لیکن اس کے باوجود انہوں نے خلافت کے جال کو اس طرح بچھایا کہ عثمان کے علاوہ خلافت کسی اور تک نہ جا سکے۔

یہ بات بھی واضح ہے کہ بنی امیہ کا تقویت پانا ، اور اسی طرح جنگ جمل اور جنگ صفین کا پیش آنا ، ان سب کا ایک نتیجہ یہ نکلتا ہے ، کہ ان تمام باتوں کے سبب علی (علیہ السلام) کی حکومت کمزور ہو گئی ، اس لئے کہ جنگ جمل کے موقع پر مروان بن حکم اور بنو امیہ کے دوسرے افراد موجود تھے ، اور معاویہ بھی طلحہ اور زبیر کو جنگ کے لئے تحریک کر رہا تھا۔

در حقیقت جنگ صفین کا ماحصل معاویہ کی بغاوت اور اس کا علی (علیہ السلام) کے مقابلے میں لشکر جمع کرنا تھا ، اور اسی جنگ کے قلب سے خوارج پیدا ہوئے اور جنگ نہروان اسی لیے در پیش ہوئی ، اور اس طرح ابن ملجم خارجی علی ((علیہ السلام)) کا قاتل بن گیا۔

امیر المومنین ((علیہ السلام)) کی شہادت اور امام حسن ((علیہ السلام)) کے بعض اصحاب کی خیانت کاری کے نتیجے میں معاویہ کے لئے حملے اور لشکر کشی کا زمینہ فراہم ہو گیا اور اس طرح وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا ، اور زمام حکومت اپنے ہاتھوں میں لے لی ، اور بنی امیہ کی حکومت کی بنیاد ڈال دی ، جس کا بد ترین نتیجہ یہ ہوا کہ اس کی حکومت کے خاتمہ پر یزید کی ولی عہدی وجود میں آئی ، اور امام حسین (علیہ السلام) کی شہادت ، کربلہ کا ماجراء ، مدینہ پر حملہ اور کعبے میں آگ کا لگنا وغیرہ در پیش ہوا۔

اگر کربلا اور عاشورا کی تاریخ کی تحلیل کی جائے تو اس کا سلسلہ چھ افراد پر مشتمل شوریٰ پر ختم ہوتا ہے ، یعنی عثمان کے خلیفہ بننے کے سبب اموی محاذ قوی ہو گیا ، جس کے اثرات آج تک باقی ہیں ، تاریخ اسلام کے جسم نازنین پر اس کا دیا ہوا گہرا زخم آج بھی باقی ہے ، اور اس کے آثار ابھی تک ختم نہیں ہو سکے۔

چھ افراد پر مشتمل شوریٰ کی تشکیل کا جو فوری نتیجہ سامنے آیا وہ یہ ہے کہ عثمان کو خلافت مل گئی ، اس نے اپنے دور حکومت میں اپنے رشتہ داروں کو ہر طرح نوازا ، اور بنی امیہ کے محاذ کو قوی بنایا۔ اور اس کے مقابلے

میں جو نتیجہ طویل مدت تک باقی رہا وہ یہ ہے کہ آج بھی اسلام اور امت اسلام اس دردمیں مبتلا ہے، اس کے علاوہ اہل بیت (علیہم السلام) کی قوت کمزور ہوگئی، امیرالمومنین ((علیہ السلام)) پر حملہ ہوا، اور ابوسفیان و مروان کی اولادیں لوگوں کے جان و مال پر مسلط ہوگئیں، اور اسلامی اقدار پر حملے کرنے لگیں۔ معاویہ کے دور میں حدیث سازی کا کام، (۵۷) اور اس کے بیٹے یزید کے دور خلافت میدین میں بہت سی بدعتوں کا ایجاد ہونا، علی ((علیہ السلام)) کو ممبروں سے سب و شتم کرنا، کربلا کا ہولناک واقعہ اور ان کی حکومت کی خراب کاری کے آثار، مسلمانوں کے درمیان اختلاف کا شگاف پیدا ہونا، اور مختلف فرقوں کا وجود میں آنا یہ سب چھ افراد پر مشتمل شوری کے طولانی مدت والے نتائج ہیں، جن سے امت اسلامی ہمیشہ متاثر رہی ہے اور اس نا مناسب انتخاب کے عذاب سے امت مسلمہ آج تک دو چار ہے۔ (ان نتائج کی تحقیق کے لئے ایک مستقل کتاب در کار ہے)۔

اس بحث کے خاتمے میں ہم ابن ابی الحدید معتزلی کا بیان جو-- ”چھ افراد پر مشتمل شوری“ کے بارے میں ہے پیش کرتے ہیں، وہ لکھتے ہیں ”فان ذلک کان سبب کل فتنۃ وقعت و تقع الی ان تنقضی الدنیا“؛ ہر فتنہ جواب تک وجود میں آیا ہے اور دنیا کے خاتمے تک وجود میں آئی گی، اس کا سر چشمہ وہی شوری ہے۔ (۵۸)

خلاصہ اور نتیجہ

اس مقالہ میں تاریخ اسلام کے ان سوالات کو زیر بحث لایا گیا ہے، جو چھ افراد پر مشتمل شوری پر وارد ہوتے ہیں، جسے خلیفہ دوم نے اپنے بعد خلیفہ معین کرنے کی خاطر تشکیل دیا تھا۔ یہ سوالات اس لئے پیدا ہوتے ہیں چونکہ خلیفہ دوم کا عمل معروف اصولوں کی بنیاد پر نہیں تھا، اس لئے کہ ان کا یہ عمل نہ رسول خدا (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کے عمل کے مطابق تھا اور نہ ہی خلیفہ اول کی سیرت کے مطابق تھا۔ اس کے علاوہ اگر دقت سے دیکھا جائے تو اسلام اور عمل پیغمبر کی رو سے ”مشورے“ کے مطابق بھی نہیں تھا اس لئے کہ اس صورت میں ضروری یہ تھا کہ خلیفہ دوم قوم کے بزرگ افراد سے مشورہ کرتے اور کسی فرد کو اپنے بعد خلیفہ معین کرتے (جبکہ انہوں نے ایسا نہیں کیا)۔

۱۔ ذہن میں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ خلیفہ دوم نے خلیفہ کے انتخاب کے لئے چھ افراد کی شوری کو کیوں معین کیا جبکہ دوسرے بزرگ اصحاب پیغمبر بھی موجود تھے، وہ بھی اس شوری میں شامل ہو سکتے تھے۔
۲۔ دوسری جانب اہل سنت کی معروف کتابوں سے یہ بات ثابت ہے کہ خلیفہ دوم نے شوری کے اراکین کا اس طرح انتخاب کیا، جس سے یہ پیش بینی ہو گئی تھی کہ علی (علیہ السلام) کو ہر حال میں خلیفہ خلافت سے محروم کر دیا جائے گا، اور خلافت عثمان کو ملیگی۔ جبکہ تنہا علی ((علیہ السلام)) اور عباس نے پیش بینی نہیں کی تھی بلکہ اس سے پہلے حضرت عمر خود سعید بن عاص کو اس بات کی خوش خبری دے چکے تھے!۔
۳۔ خلیفہ دوم نے اس انتخاب کے ذریعہ عثمان کو اس کی محبت کی جزا بھی دی اور اپنے آپ کو جانبداری کی تہمت سے محفوظ بھی کر لیا!

۴۔ ایک سوال یہ اٹھتا ہے کہ خلیفہ دوم کا یہ حکم کہ ”اگر تین دن میں شوری کے چھ افراد خلیفہ معین نہ کر سکیں تو سب کو قتل کر دیا جائے، اور اگر اقلیت مخالفت کرے اور اکثریت موافقت تو اقلیت کو قتل کر دیا جائے“ مذہب کی کس بنیاد پر تھا؟ اس سے پتہ چلتا ہے کہ خلیفہ دوم کا یہ حکم ان کی سخت مزاجی (جس کے تحت انہوں نے ساری زندگی گزاری ہے) کے سبب تھا، جو عقل و شرع کے مطابق ہرگز نہیں تھا۔

۵۔ رائے برابر ہونے کی صورت میں عبد الرحمن کی رائے کو سب کی رائے پر برتری دینا۔ دوسرے افراد کے لئے یہ ماجرا مبہم ہے ، شاید عثمان کے محاذ کو قوی بنانے کے لئے ہو۔

۶۔ عبد الرحمن کی سیاست اور حیلے کا مقصد علی (علیہ السلام) کو خلافت سے محروم اور عثمان کو خلافت سے نوازنا ، اور اس کے علاوہ خلیفہ دوم کے نقائص کو کمال میں تبدیل کرنا تھا، اس نے بیعت کے لئے اس طرح کی شرط لگائی کہ وہ جانتا تھا علی (علیہ السلام) اس شرط کو ہر گز قبول نہیں کریں گے؛ اس لئے کہ علی (علیہ السلام) نہ صرف یہ کہ ان میں سب سے زیادہ صاحب علم اور کتاب و سنت سے آگاہی رکھتے تھے، وہ جانتے تھے کہ ان کو کس طرح عمل کرنا ہے۔ اس کے علاوہ آپ ہمیشہ گزشتہ دونوں خلفاء کی سیرت پر نقاد بھی رہے ہیں ، اور آپ ان کی سیرت پر عمل کرنے کی شرط کو ہرگز قبول نہیں کرسکتے تھے۔ چنانچہ عبد الرحمن اس بات کو اچھی طرح جانتا تھا کہ علی (علیہ السلام) اصول اور اقدار کے پابند ہیں اور دیگر سیاست مداروں کی طرح جھوٹا وعدہ نہیں کریں گے، کہ جھوٹے وعدے کے ذریعہ خلافت حاصل کریں اور منصب حاصل کرنے کے بعد اپنی راہ پر چلیں، اس طرح عبد الرحمن نے اپنی نجس سیاست کے ذریعہ علی (علیہ السلام) کو خلافت تک پہنچنے سے باز رکھا۔

۷۔ جیسا کہ امیر المومنین (ع) کے شوری میں داخل ہونے کی کیفیت کو بیان کیا جا چکا ہے ، اور یہ بھی بیان کیا گیا کہ آپ اپنے آپ کو اس منصب کے لئے حقدار سمجھتے تھے ، اس لئے آپ نے ضروری سمجھا کہ اس شوری میں شرکت فرمائیں اور اپنی حقانیت کی دلیل پیش کریں، اس کے علاوہ آپ کا اس شوری میں شریک ہونے کا مقصد یہ بھی تھا کہ اسلامی معاشرے میں اتحاد باقی رہے ۔

۸۔ اس مقالے کے دوسرے حصے میں ہم نے عثمان اور علی (علیہ السلام) کے حامیوں کی تحلیل کی ہے؛ کہ عثمان کے بہترین طرفدار قریش کے وہ بزرگ افراد تھے جن کی دشمنی رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور اسلام سے روز روشن کی طرح واضح رہی ہے، جو صرف خوف اور لالچ کی بنیاد پر اسلام لائے تھے۔ وہ خلافت کو تنہا حکومت اور سلطنت جانتے تھے، نہ یہ کہ خلافت دین کی ترویج ، قرآن اور معارف الہی کامر کز ہوتی ہے۔ لیکن علی (علیہ السلام) کے طرفدار سابق الاسلام ہونے کے ساتھ ساتھ اسلام کی راہ میں مصیبت و آزار برداشت کرنے اور اپنے دل و جان کو مکتب اسلام پر قربان کرنے والے افراد تھے ، اور خلافت کو ناامید اور مایوس افراد کی خدمت اور نشر اسلام کا ذریعہ سمجھتے تھے۔

۹۔ مقالے کے خاتمہ میں بیان کیا گیا ہے کہ چھ آدمیوں کی شوری کی تشکیل کا مقصد ، عثمان کے دور خلافت میں بنی امیہ کے محاذ کو تقویت پہنچانا تھا، اور اس کی کم مدت اور طولانی مدت کے آثار کی تحلیل بھی بیان کی گئی ، جس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اس کے بعد جو بھی فتنے وجود میں آئے ہیں ان کی جڑیں وہیں جا کر ملتی ہیں، اور امت اسلامی آج بھی اس شوری اور نامناسب انتخاب کے زخم اپنے سینے پر لئے ہے۔

فہرست مآخذ :

۱۔ قرآن کریم ۔

۲۔ نہیج البلاغہ (باتحقیق دکتہ صبحی صالح)

۳۔ الاستیعاب فی معرفة الاصحاب، ابو عمر یوسف بن عبد اللہ بن محمد بن عبد العزیز، تحقیق علی محمد البجاوی ، دار الحبل ، بیروت ، طبع اول ، ۱۴۱۲ق۔

٤. اسد الغابه فى معرفة الصحابه ، عز الدين بن الاثير الجزرى ، دار الفكر ، بيروت ، ١٢٠٩ق.
٥. الاصابة فى معرفة الصحابة، احمد بن على بن حجر عسقلانى ، تحقيق عادل احمد عبد الموجود، دار الكتب العلمية ، بيروت، طبع اول ، ١٤١٥ق.
٦. الاشتقاق، ابن دريد ، مكتبة المثنى ، بغداد ، ١٣٩٩ق.
٧. الامامة و السياسة، ابو محمد عبد الله بن مسلم بن قتيبه دينورى ، تحقيق على شيرى ، دار الاضواء ، بيروت، طبع اول ، ١٢١٠ ق -
٨. انساب الاشراف ، احمد بن يحيى بن جابر بلاذرى ، تحقيق سهيل زكار ، دار الفكر ، بيروت ، طبع اول ١٢١٤ق.
٩. البدء و التاريخ ، مطهر بن طاهر مقدس حنفى، بورسعيد، مكتبة الثقافة الدينية -
١٠. البداية و النهاية. ابن كثير دمشقى، دار الفكر ، بيروت ، ١٢٠٤ ق -
١١. تاج العروس ، محب الدين زبيدى ، دار الفكر ، بيروت ، ١٤١٤ ق.
١٢. تاريخ الاسلام ، شمس الدين محمد ذهبى ، تحقيق عمر عبد السلام ، دار الكتاب العربى ، بيروت، طبع دوم ، ١٢١٣ق.
١٣. تاريخ طبرى ، محمد بن حرير طبرى ، تحقيق محمد ابو الفضل ابراهيم دار التراث ، بيروت ، طبع دوم ، ١٣٨٤ ق -
١٤. تاريخ مدينه دمشق ، ابن عساكر دمشقى ، دار الفكر ، بيروت ، ١٢١٥ ق.
١٥. تاريخ المدينة، ابن شبه نميرى ، تحقيق فهيم محمد شلتوت، دار الفكر ، ١٢١٠ ق.
١٦. تاريخ يعقوبى ، احمد بن ابى يعقوب (معروف به ابن واضح) دار صادر ، بيروت.
١٧. تجارب الامم ، ابو على مسكويه، تحقيق ابو القاسم امامى ، نشر سروش ، تهران ، طبع دوم ، ١٣٤٩ ش.
١٨. تفسير ابن كثير (تفسير القرآن العظيم) ، ابن كثير دمشقى ، دار الكتب ، العلمية ، بيروت ، ١٤١٩ ق.
١٩. الدر المنثور ، جلال الدين سيوطى ، كتاب خانه آيت الله مرعشى ، قم ١٢٠٢ ق -
٢٠. السيرة النبوية (معروف به سيره ابن كثير) ، ابن كثير دمشقى ، تحقيق مصطفى عبد الواحد ، دار المعرفة بيروت.
٢١. شرح نهج البلاغه - ابن ابى الحديد معتزلى ، تحقيق محمد ابو الفضل ابراهيم ، دار احياء الكتب العربيه.
٢٢. شرح نهج البلاغه ، شيخ محمد عبده ، مكتب الاعلام الاسلامى ، طبع اول، ١٢١١ ق.
٢٣. صحيح بخارى ، ابو عبد الله محمد بن اسماعيل بخارى، دار الجبل، بيروت.
٢٤. الطبقات الكبرى ، محمد بن سعد ، تحقيق محمد عبد القادر عطاء ، دار الكتب العلمية، بيروت ، طبع اول ، ١٤١٠ق.
٢٥. العقد الفريد ، ابن عبد ربه اندلسى ، دار الكتاب العربى ، بيروت، ١٢٠٣ ق -
٢٦. الكامل ، عبد الله بن عدى ، تحقيق يحيى مختار عزاوى، دار الفكر، بيروت، طبع سوم ، ١٢٠٩ ق -
٢٧. الكامل فى التاريخ عز الدين على بن ابى الكرم (معروف به ابن اثير) ، دار صادر ، بيروت ، ١٣٨٥ ق.
٢٨. كنز العمال ، متقى هندی، مؤسسة الرسالة ، بيروت ، ١٢٠٩ ق.
٢٩. المستدرک على الصحيحين ، حاكم نيشاپورى ، تحقيق يوسف عبد الرحمن مرعشلى.
٣٠. معالم التنزيل ، حسين بن مسعود بغوى ، دار احياء التراث العربى ، بيروت، ١٤٢٠ ق.
٣١. مفاتيح الغيب (تفسير كبير) فخر رازى ، دار احياء التراث العربى ، بيروت ، ١٤٢٠ ق.

۳۲۔ المنتظم فی تاریخ الامم و الملوك ، عبد الرحمن بن علی بن محمد بن الجوزی ، تحقیق محمد عبد القادر عطاء ، دار الكتب العلمية، بیروت ، طبع اول ، ۱۴۱۲ ق۔

۳۳۔ میزان الاعتدال ، محمد بن عثمان ذہبی ، تحقیق علی محمد البجاوی ، دار لمعرفة ، بیروت۔

حوالہ جات:

- ۱۔ ابو عبیدہ جراح و سالم وہ اشخاص ہیں جن کے درمیان رسول اللہ (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) نے ایک موقع پر صیغہ اخوت پڑھاتھا (الطبقات الكبرى، ج ۳ ص ۶۵) اور یہ دونوں سقیفہ بنی ساعدہ میں عمر کے ساتھی تھے ۔
- ۲۔ تاریخ طبری، ج ۴ ص ۲۲۹-۲۲۷، (خلاصے کے ساتھ)۔
- ۳۔ الامامة و السياسة ، ج ۱ ص ۴۲، لیکن صحیح بات یہ ہے کہ ابوبکر نے اس کو سیف اللہ کا نام دیا تھا نہ یہ کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) نے اس کو یہ نام دیا۔ (مراجعہ کریں: الاشتقاق ، ص ۱۴۹؛ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ، ج ۱۶، ص ۱۵۸-۱۵۹)
- ۴۔ مستدرک حاکم ، ج ۳، ص ۹۵؛ الکامل ابن عدی ، ج ۵، ص ۳۷؛ میزان الاعتدال ج ۳ ص ۲۱۹۔
- ۵۔ ابن ابی الحدید کہتے ہیں کہ زبیر نے کہا: ”عثمان جاحظ“ اس کے بعد فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم اگر زبیر کو عمر کی موت کا یقین نہ ہوتا تو ہرگز اس طرح کی بات زبان پر نہ لاتے (شرح نہج البلاغہ ج ۱ ص ۱۸۵)۔
- ۶۔ سورہ احزاب کی آیت ۵۳ کی طرف اشارہ ہے جس میں خداوند ارشاد فرماتا ہے ” فاسالوهن من وراء حجاب “ جو پیغمبر ص کی بیویوں کے بارے میں ہے ۔ طلحہ کہتا ہے : کہ پیغمبر آج ہم سے ان کو پردہ کرانا چاہتے ہیں ، لیکن کل جب دنیا سے چلے جائیں گے تو ہم ان سے شادیاں کر لیں گے ، اس کے بعد اللہ جل جلالہ نے یہ آیتیں بھیجیں اور فرمایا؛ تم کو حق نہیں ہے کہ پیغمبر کے بعد ان کی بیویوں سے شادی کرو، (ر،ک:تفسیر ابن کثیر ، ج ۶ ص ۴۰۳؛ الدر المنثور ،

ج ۵ ص ۲۵؛ معالم التنزیل ، ج ۳، ص ۶۵۹؛ مفاتیح الغیب ، ج ۲۵، ص ۱۸۰)

۷۔ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ، ج ۱، ص ۱۸۶ (مختصر خلاصے کے ساتھ)۔

۸۔ الطبقات الكبرى، ج ۳ ص ۲۶۲؛ تاریخ الاسلام ذہبی ، ج ۳ ص ۲۸۱-۲۸۲؛ تاریخ مدینہ دمشق ، ج ۴، ص ۴۳۸۔

۹۔ الامامة و السياسة ، ج ۱، ص ۴۳۔

۱۰۔ تاریخ طبری ، ج ۴، ص ۲۳۰ (مختصر خلاصے کے ساتھ)؛ اسی طرح مراجعہ کریں: تجارب الامم ج ۱، ص ۴۱۸؛ کامل ابن اثیر ، ج ۳ ص ۶۷؛ الامامة و السياسة ، ج ۱ ص ۴۳؛ انساب الاشراف ، ج ۵، ص ۵۰۰؛ کنز العمال ج ۵، ص ۷۳۳۔

۱۱۔ انساب الاشراف ، ج ۵ ص ۵۰۴۔

۱۲۔ عبد الرحمن اور سعد دونوں ایک ہی قبیلہ بنی زہرہ سے تعلق رکھتے تھے ۔

۱۳۔ عبد الرحمن کی شادی عثمان کی بہن ام کلثوم سے ہوئی تھی۔

۱۴۔ انساب الاشراف ، ج ۵، ص ۵۰۵، تاریخ طبری میں (ج ۴ ص ۲۲۹-۲۳۰) یہ ماجرا تفصیل کے ساتھ نقل کیا گیا

ہے۔

- ۱۵۔ سعد بن زید عمر بن خطاب کا چچا زاد بھائی تھا اور اس کی شادی عمر بن خطاب کی بہن سے ہوئی تھی، اور عمر سے پہلے اسلام لایا تھا، (وہ ۵۰ یا ۵۱ سال میں دنیا سے رخصت ہوا (الاستیعاب ج ۲، ص ۶۱۵)۔
- ۱۶۔ عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح عثمان کا رضاعی بھائی تھا، اور رسول اللہ (ص) کا سخت ترین دشمن تھا، اور ہمیشہ رسول اللہ (ص) کا مذاق اڑاتا تھا؛ اس لئے رسول اللہ نے اس کے خون کو حلال قرار دیا تھا، اور وہ رسول اللہ کے زمانے میں فرار ہو گیا تھا، اور کچھ مدت کے بعد مکہ آیا اور عثمان نے اس کو پناہ دی اور عثمان نے اس کو چھپائے رکھا اور مناسب موقع دیکھ کر اس کو رسول اللہ کی خدمت میں حاضر کیا اور اس کے لئے سفارش کی، اور رسول خدا نے کچھ دیر سکوت فرمانے کے بعد اس کو معاف کر دیا، ان دونوں کے جانے کے بعد پیغمبر (ص) نے فرمایا : میں نے سکوت اس لئے اختیار کیا تھا کہ کوئی اس درمیان اٹھے اور اس کی گردن جدا کر دے ۔
- وہ اس کے بعد ظاہر اسلام لے آیا ؛ لیکن بعد میں مرتد ہو گیا اور پھر اسلام لے آیا، عثمان نے اپنے دور خلافت میں اس کو مصر کا والی بنا دیا، اور اس کی ناانصافی اور ظلم کے سبب مصر کے لوگوں نے عثمان پر حملہ کر دیا (، رک ؛ اسد الغابہ ، ج ۳ ص ۱۵۳-۱۵۶؛ انساب الاشراف ج ۵ ص ۵۱۲؛ تاریخ طبری ، ج ۴، ص ۳۶۷)
- ۱۷۔ عبد اللہ بن ابی ربیعہ قرشی قریش کے سرداروں میں تھا، فتح مکہ کے موقع پر اسلام لایا، اس نے فتح مکہ کے دن علی (علیہ السلام) کی بہن ام ہانی کے یہاں پناہ لی، اور علی (علیہ السلام) چاہتے تھے کہ اس کو کھینچ کر نکالیں، لیکن ام ہانی آڑے آگئیں (الاستیعاب ، ج ۳، ص ۸۹۷-۸۹۶ اسد الغابہ ، ج ۳ ص ۱۲۸-۱۲۹)
- ۱۸۔ تاریخ طبری ، ج ۴ ص ۲۳۰-۲۳۲ ؛ کامل ابن اثیر ، ج ۳ ص ۱۷۸-۱۷۷ ؛ عقد الفرید ، ج ۴ ص ۲۷۸-۲۷۹ (خلاصے کے ساتھ) ؛ اسی طرح مراجعہ کریں: تاریخ الاسلام ذہبی ، ج ۳ ص ۳۰۵؛ تاریخ المدینہ ابن شبہ ج ۳ ، ص ۹۲۹-۹۳۰۔
- ۱۹۔ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ، ج ۱ ص ۱۸۸۔
- ۲۰۔ تاریخ یعقوبی ، ج ۲، ص ۱۶۲۔
- ۲۱۔ تاریخ الاسلام ذہبی ، ج ۳ ص ۲۸۰ ؛ المنتظم ج ۴، ص ۳۳۱۔
- ۲۲۔ عثمان بن عفان بن ابی العاص بن امیہ بن عبد الشمس۔
- ۲۳۔ تاریخ الاسلام ذہبی ج ۳، ص ۳۰۵۔
- ۲۴۔ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ، ج ۱۶، ص ۱۳۶ ؛ الاستیعاب ، ج ۴ ص ۱۶۷۔ (یہ بات اس قدر نا مناسب تھی کہ عثمان کو اس کے ساتھ سختی سے پیش آنا پڑا)
- ۲۵۔ تاریخ طبری ، ج ۴، ص ۲۳۴؛ کامل ابن اثیر ج ۳ ، ص ۷۲۔
- ۲۶۔ تاریخ طبری ج ۴ ، ص ۲۳۳؛ تاریخ المدینہ ابن شبہ ، ج ۳، ص ۹۳۰۔
- ۲۷۔ گزشتہ مدرک ، ص ۲۳۹ ؛ تاریخ الاسلام ذہبی ج ۳ ، ص ۳۰۶ ؛ تجارب الامم ، ج ۱ ص ۲۲۱۔
- ۲۸۔ انساب الاشراف ، ج ۵ ص ۵۰۸۔
- ۲۹۔ نہج البلاغہ ، خطبہ ۳۔
- ۳۰۔ مراجعہ کریں : شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ، ج ۱ ص ۱۸۹۔
- ۳۱۔ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ، ج ۱ ص ۱۸۲۔
- ۳۲۔ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ، ج ۶ ص ۱۶۷-۱۶۸۔ شرح خطبہ ۷۴۔ امیر المومنین (ع) عثمان کے دور خلافت میں بارہا اس کے غلط کاموں تذکرہ فرماتے رہے ، ابوذر کی جلا وطنی اور عثمان کے عمال کی زیادتیوں پر اعتراض کرتے تھے، اگرچہ کوشش کرتے تھے کہ امت اسلامی کے اتحاد کو کوئی نقصان نہ پہنچنے پائے۔

- ۳۳۔ تاریخ طبری ، ج ۴ ، ص ۲۳۴ - کامل ابن اثیر ، ج ۳ ، ص ۷۲۔
- ۳۴۔ مکہ اور یمن کے درمیان ایک جگہ ہے (سیرہ نبویہ ، ابن اثیر ج ۴ ، ص ۶۲۱) یا طایف میں کوئی جگہ ہے (تاج العروس ، ج ۷ ص ۲۸۴ ، کلمہ عیر)
- ۳۵۔ انساب الاشراف ، ج ۵ ص ۵۰۵۔
- ۳۶۔ تاریخ طبری ، ج ۳ ص ۲۲۱ ؛ صحیح بخاری ، ج ۸ ص ۲۷ (زیادہ معلومات کے لئے اسی مجموعے کی کتاب " مشروعیت سقیفہ " کی طرف مراجعہ کریں) ۔
- ۳۷۔ مراجعہ کریں: اسد الغابہ ، ج ۲ ، ص ۱۵۵ ؛ الاستیعاب ، ج ۲ ، ص ۵۶۷ ؛ الطبقات الکبری ، ج ۳ ص ۶۲۔
- ۳۸۔ ر ک " مشروعیت سقیفہ " اسی مجموعے سے ۔
- ۳۹۔ مراجعہ کریں : کامل ابن اثیر ، ج ۲۔ ص ۳۵۹ ؛ البدایہ و النہایہ ، ج ۶ ، ص ۳۲۳ ؛ تاریخ طبری ، ج ۳ ، ص ۲۸۰۔
- ۴۰۔ (و امرهم شورئ بینهم) (شورئ ، آیہ ۳۸) (و شاورهم فی الامر) (آل عمران ، آیہ ۱۵۹)
- ۴۱۔ مراجعہ کریں: تاریخ طبری ، ج ۴ ص ۴۲۹-۴۳۰ ؛ کامل ابن اثیر ، ج ۳ ص ۱۹۱۔
- ۴۲۔ مراجعہ کریں: مستدرک حاکم ، ج ۱۳ ، ص ۱۲ ؛ الطبقات الکبری ، ج ۳ ص ۱۷۴۔
- ۴۳۔ مراجعہ کریں الاصابہ ، ج ۳ ص ۴۳۲ ؛ المنتظم ، ج ۵ ، ص ۱۱۱۔
- ۴۴۔ الطبقات الکبری ، ج ۵ ، ص ۲۳ (خلاصہ کے ساتھ)
- ۴۵۔ تاریخ طبری ، ج ۳ ص ۴۳۹ ؛ کامل ابن اثیر ، ج ۲ ص ۴۲۵ ؛ اسی طرح مراجعہ کریں : انساب الاشراف ، ج ۱۰ ، ص ۸۸-۸۹ ؛ تاریخ الاسلام ذہبی ، ج ۳ ص ۱۱۷ ؛ الطبقات الکبری ، ج ۳ ، ص ۱۲۹ ؛ کنز العمال ، ج ۵ ، ص ۶۷۶۔
- ۴۶۔ شرح نہج البلاغہ عبده ، ص ۱۷۶۔
- ۴۷۔ مراجعہ کریں : اسد الغابہ ، ج ۱ ، ص ۵۱۵ ؛ انساب الاشراف ، ج ۵ ص ۵۱۳-۵۱۴ ؛ تاریخ یعقوبی ، ج ۲ ص ۱۶۲ ؛ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ، ج ۶ ، ص ۱۲۸-۱۵۰۔
- ۴۸۔ مراجعہ کریں : انساب الاشراف ، ج ۵ ص ۵۴۱-۵۴۲ و ص ۵۸۰ ؛ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ، ج ۱ ص ۱۹۸-۱۹۹۔
- ۴۹۔ تاریخ طبری ، ج ۴ ، ص ۲۳۳ ؛ کامل ابن اثیر ، ج ۳ ص ۷۱۔
- ۵۰۔ عقد الفرید ، ج ۴ ص ۲۸۰ ؛ مراجعہ کریں: انساب الاشراف ، ج ۵ ، ص ۵۴۷-۵۴۸۔
- ۵۱۔ انساب الاشراف ، ج ۵ ، ص ۵۴۷۔
- ۵۲۔ مراجعہ کریں: انساب الاشراف ، ج ۲ ، ص ۲۵۷۔
- ۵۳۔ البدء و لتاریخ ، ج ۵ ، ص ۲۱۱۔ یعقوبی ایک دوسرے خط کو نقل کرتا ہے جو معاویہ کی جانب سے سعد بن ابی وقاص کے نام تھا، جس میں معاویہ نے سعد کو امیر المومنین کے خلاف ورغلاتے ہوئے شورئ میں طلحہ و زبیر کے ساتھ ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے۔
- ۵۴۔ (ان جاء کم فاسق بنباء فتبینوا)
- ۵۵۔ مراجعہ کریں: اسد الغابہ ، ج ۱ ص ۳۵۷ ؛ انساب الاشراف ، ج ۵ ، ص ۵۴۲-۵۴۴ ؛ تاریخ یعقوبی ، ج ۲ ص ۱۷۳-۱۷۲۔
- ۵۶۔ مراجعہ کریں: انساب الاشراف ، ج ۵ ، ص ۵۲۴-۵۲۵ ؛ تاریخ یعقوبی ، ج ۲ ص ۱۷۱-۱۷۲۔
- ۵۷۔ معاویہ کے حدیث جعل کرنے اور اہل بیت کے فضائل چھپانے کے بارے میں مزید معلومات کے لئے شرح نہج

البلاغہ ابن ابی الحدید ج ۴ ص ۷۳ ، و ج ۱۱ ص ۴۴-۴۶ کی طرف مراجعہ کریں۔
۵۸۔ گزشتہ مدرک ، ج ۱۱ ، ص ۱۱۔
بشکریہ مکارم شیرازی ڈاٹ او آر جی